www.urducouncil.nic.in

مئی 2023، قیمت :- ₹10

ماہنامہ

# بچوں کی دنیا

نئی دہلی

Monthly BACHON KI DUNIYA, New Delhi

# بچوں کے قلمکاروں کے لیے سوالنامہ

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں بچوں کے قلمکاروں سے انٹرویوز کا سلسلہ شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کو قلمکاروں اور کتابوں کے بارے میں معلومات کے ساتھ ساتھ اپنا مستقبل اور کریئر بہتر بنانے کے لیے نئی روشنی اور نئی راہ بھی مل سکے۔ یہ ادارے کی طرف سے تیار کردہ سوالات ہیں، ان کے جوابات ادب اطفال سے جڑا ہوا کوئی بھی قلمکار دے سکتا ہے۔

1 بچپن کی کون سی باتیں/شوخیاں/شرارتیں اب بھی آپ کو بہت یاد آتی ہیں؟
2 بچپن میں آپ کے پسندیدہ مصنّفین کون تھے اور اب کون ہیں؟
3 بچپن میں کس کتاب نے آپ کو سب سے زیادہ متاثر کیا؟
4 بچپن میں بچوں کے کون سے رسائل آپ پڑھتے تھے؟
5 بچوں کے ذہنی اور فکری ارتقا کے لیے کون سی کتابیں زیادہ مفید ہیں؟
6 زبان و بیان کو بہتر بنانے کے لیے کن مصنّفین کی کتابیں بچوں کے لیے رہنما ثابت ہوسکتی ہیں؟
7 مستقبل اور اپنے کریئر کو سنوارنے کے لیے بچوں کو کن موضوعات اور کتابوں کا مطالعہ کرنا فائدہ مند ثابت ہوگا؟

---

8 اپنے سوانحی اور تعلیمی کوائف کے بارے میں کچھ بتائیں؟
9 آپ کو بچوں کے لیے لکھنے کا خیال کب اور کیسے آیا؟
10 آپ کی پہلی تخلیق، کب اور کس رسالے میں شائع ہوئی؟
11 آپ کے مرکزی موضوعات کیا ہیں؟
12 کتاب لکھنے سے پہلے آپ بچوں کی نفسیات اور ذہنی مطالبات پر ریسرچ کرتے ہیں یا نہیں؟
13 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آپ کو کس طرح کی دقتوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے؟
14 ادیب اطفال کی حیثیت سے ادبی اور علمی حلقے میں آپ کی قدر ہوتی ہے یا نہیں؟
15 کیا آپ اب بھی بچوں کے لیے لکھی گئی کتابیں پڑھتے ہیں؟
16 انگریزی اور دیگر زبانوں میں شائع ہونے والے کون سے رسالے بچوں کے لیے مفید ثابت ہوسکتے ہیں؟
17 کیا اردو میں بچوں کے لیے انگریزی، تیلگو اور دیگر زبانوں جیسا شائع ہونے والا کوئی مکمل رسالہ موجود ہے؟
18 بچوں کے ادب پر جو رسائل شائع ہورہے ہیں، ان کے مواد اور زبان و بیان سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟
19 معاصر ادب اطفال سے آپ کس حد تک مطمئن ہیں؟
20 بچوں کے لیے لکھتے ہوئے آج کے دور میں کن موضوعات پر زیادہ توجہ دینے کی ضرورت ہے؟
21 بچوں کی تعلیم و تربیت کے لیے کچھ مفید تجاویز اور مشورے!
22 ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' میں آپ کس نوع کی تبدیلی چاہتے ہیں؟
23 بچوں کے لیے آپ کا کوئی پیغام!

* جوابات کے ساتھ پاسپورٹ سائز تصویر اپنی کتابوں کا عکس ضرور ارسال کریں۔

# اس شمارے میں

| عنوان | مصنف | صفحہ |
| --- | --- | --- |
| اداریہ | مدیر | 04 |
| ڈاک خانہ | قارئین | 05 |
| **مضامین** | | |
| گرمی کے دن آئے آئے | بانو سرتاج | 06 |
| جان ہے تو جہان ہے | سیدہ نوشاد بیگم | 11 |
| **ماں: ایثار و محبت کا عظیم پیکر** | | |
| ماں کی عظمت اور اس کے تقاضے | یوسف رام پوری | 13 |
| ماں: جس کی خوشبو سے معطر رہتی ہے کائنات | رباب انجم | 16 |
| ماں: کڑی دھوپ میں گھنا سایہ | سفینہ سماوی | 18 |
| میری اماں اور میری کامیابی | فاطمہ النسا لیاقت اللہ خان | 21 |
| **نظمیں** | | |
| ٹیڑھی دم | علیق الزماں نصرت | 23 |
| بچوں کی لوریاں | راحت مظاہری | 24 |
| نیم کا پتہ | محمد وزیر عالم | 25 |
| اچھا لڑکا | تبسم سحر | 26 |
| بچوں کی دنیا | شاد اعظمی ندوی | 27 |
| اچھا بچہ | کلیم رہبر | 28 |
| پنکھا | حامد حسین | 29 |
| **کہانیاں** | | |
| میں خاتم المفتاح ہوں | رئیس صدیقی | 30 |
| چاند سورج والی زبان | اقبال برکی | 33 |
| سنجیدہ | شارق اعجاز عباسی | 37 |
| ولی عہد | ریحان کوثر | 39 |
| **بار دگر** | | |
| پکنک | شہلا تزئین | 41 |
| چندا ماما دور کے | جے پرکاش بھارتی | 45 |
| **بچوں کا کتب خانہ** | | |
| نیشنل سائنس سینٹر کی سیر محمد خلیل | حقانی القاسمی | 48 |
| **سائنس نامہ** | | |
| قیامت اور سائنس | امتیاز احمد انصاری | 50 |
| **صحت** | | |
| اسکل سیل انیمیا | احفاظ الحق انصاری | 52 |
| **زبان شناسی** | | |
| ہم شکل (مماثل) الفاظ | | 55 |
| **ننھے فنکار** | | |
| میں اور ایک ہرن کی کہانی | فرحانہ حلیم | 57 |
| گرمی کی آمد | عافیہ سیفی | 59 |
| پینٹنگ | | 60 |


# بچوں کی دنیا


جلد: 11 شمارہ: 05 مئی 2023



**مدیر:** ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

**مدیر منتظم:** ڈاکٹر شمع کوثر یزدانی

**معاون مدیر:** ڈاکٹر مسرت



**ناشر اور طابع**

ڈائرکٹر، قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان

وزارت تعلیم۔ محکمہ اعلیٰ تعلیم، حکومت ہند

فروغ اردو بھون، ایف سی 33/9، انسٹی ٹیوشنل ایریا،

جسولہ، نئی دہلی-110025

فون: 49539000

**شعبہ ادارت:** 49539009-11

**ای میل**

bachonkidunya@ncpul.in

editor@ncpul.in

**ویب سائٹ**

http://www.urducouncil.nic.in

**قیمت:** 10/ روپے، سالانہ/100 روپے



▪ اس شمارے کے قلم کاروں کی آرا سے قومی اردو کونسل اور اس کے مدیر کا متفق ہونا ضروری نہیں



Total Pages: 64

'بچوں کی دنیا' کی خریداری کے لیے چیک، ڈرافٹ یا منی آرڈر بنام NCPUL، شعبہ فروخت کے پتہ پر بھیجیں اور وضاحت طلب امور کے لیے وہیں رابطہ فرمائیں۔

**شعبہ فروخت**

ویسٹ بلاک 8، ونگ 7، آر کے پورم

نئی دہلی-110066

فون: 26109746

ای میل: sales@ncpul.in

**علاقائی مرکز:** 22-7-110، تھرڈ فلور، ساجد یار جنگ کمپلکس

بلاک نمبر 5-1، چھتہ بازار، حیدر آباد-500002

فون: 040-24415194

پیارے بچو! قدرت نے بہت سے رشتے بنائے ہیں، ماں باپ، بھائی بہن، دادا دادی وغیرہ، یہ سب وہ رشتے ہیں جن کی وجہ سے ہماری زندگی خوش وخرم اور سرسبز وشاداب رہتی ہے، ان کی موجودگی ہمارے لیے بہت بڑی رحمت ہے، بہت سے دکھ، درد اور پریشانی ان کی وجہ سے ختم ہوجاتے ہیں، رشتے کا تعلق احساس سے ہوتا ہے، اگر احساس ہی ختم ہوجائے تو پھر ان چیزوں کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی، ہر رشتہ اپنی اہمیت رکھتا ہے، اور تمام رشتوں کی قدر اور ان کی عزت ہم پر فرض ہے، رشتوں کی اہمیت کو سمجھیے، ان کی قدر کیجیے، ہمیشہ اپنے رشتے داروں سے جڑے رہیے، ان رشتوں کی اہمیت کا اندازہ تب ہوتا ہے جب یہ ہم سے دور چلے جاتے ہیں، اس لیے اس وقت کو غنیمت سمجھیں اور اپنوں کا ہمیشہ خیال رکھیں۔

سارے رشتے ہماری توجہ کے مستحق ہیں، سب کے حقوق کا خیال رکھنا ہماری ذمے داری ہے، لیکن ماں قدرت کا سب سے انمول تحفہ ہے، ماں کا رشتہ ہر مذہب میں قابل احترام سمجھا جاتا ہے، ماں کو محبت کی دیوی اور خلوص کا پیکر کہا جاتا ہے، ماں کی محبت بے لوث ہوتی ہے، اور وہ بغیر کسی غرض کے صرف اور صرف اپنے بچے کی بھلائی اور اس کی کامیابی کے لیے متفکر رہتی ہے، ماں وہ عظیم ہستی ہے جو اپنے بچوں کی خوشی کے لیے ہمیشہ دعا کرتی رہتی ہے، اولاد کے لیے ماں جتنی قربانی دیتی ہے یا دے سکتی ہے اتنی قربانی کوئی نہیں دے سکتا، ماں کو دنیا میں سب سے زیادہ احترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے، بچے کی ایک آہ ماں کو بے چین کردیتی ہے، ماں کی ممتا کا دنیا میں کوئی بدل نہیں، ماں کی خدمت اور عزت انسان کو ہمیشہ سربلند رکھتی ہے۔ مختلف مذہبی کتابوں میں بھی ماں کے تقدس اور اس کے احترام کے متعلق باتیں ملتی ہیں، بہت سے شعرا اور ادبا نے بھی ماں کی حیثیت اور اس کی محبت کو مختلف انداز سے پیش کیا ہے۔

بچو! پوری دنیا میں 14 مئی کو مدرس ڈے (یوم مادر) منایا جاتا ہے، اور پورے جوش وخروش کے ساتھ لوگ اپنی ماں کے ساتھ محبت کا اظہار کرتے ہیں، حالانکہ ماں کی عظمت اور اس سے محبت کے اظہار کا کوئی ایک دن متعین کرنا مناسب نہیں ہے، بلکہ ہماری زندگی کا ایک ایک لمحہ اس کی محبت اور اس کی ممتا کا قرض دار ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ماں کی عظمت کو سمجھیں، ان کا کہنا مانیں، ان کی باتوں کو غور سے سنیں، ان کے ساتھ بیٹھیں، ان سے اپنی باتیں شیئر کریں، خوب دل لگا کر پڑھائی کریں، بری صحبتوں سے دور رہیں، صاف صفائی کا خیال رکھیں، آپ یقین مانیے آپ کی ان چھوٹی چھوٹی باتوں سے ان کو بہت خوشی ہوگی اور ان کے دل سے آپ کے لیے دعائیں نکلیں گی۔ ماں کی عظمت اور اس کی اہمیت پر اس شمارے میں چار معلوماتی مضامین شامل کیے گئے ہیں، آپ اسے بغور پڑھیں، ان مضامین سے یقیناً آپ کی معلومات میں اضافہ ہوگا، اور ماں کی عظمت کو آپ بخوبی سمجھ پائیں گے۔

آپ کا

ڈاکٹر شیخ عقیل احمد

# ڈاک خانہ

'بچوں کی دنیا' مارچ 2023 کا شمارہ بصیرت افروز ہوا۔ نظم کی اشاعت کے لیے انتہائی مشکور ہوں۔ زیر نظر شمارے کو بھی آپ نے دیگر شماروں کی طرح خوب آراستہ کیا ہے۔ میری جانب سے مبارکباد! اس شمارے میں عظیم اقبال اور نکہت انجم ناظم الدین کے مضامین معلومات افزا اور حوصلہ بخش ہیں۔ عظیم اقبال نے اپنے مضمون میں انسانی زندگی کی ڈسپلن کا جو خاکہ پیش کیا ہے لائق ستائش ہے۔ اس کے علاوہ کہانیوں میں ماسٹر پیارے لال اور مثالی دوستی نے متاثر کیا۔ نظموں کا انتخاب بھی خوب ہے۔ ننھے فنکاروں کی کاوشیں بھی لائق تعریف ہیں۔ اللہ ان کے قلم کو مزید زور آور بنائے۔

مصباح الدین طارق، اردو مڈل اسکول، بودھ گیا، ضلع گیا (بہار)

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' مارچ کا شمارہ موصول ہوا۔ سبھی تخلیقات معیاری اور عمدہ ہیں جنھیں پڑھ کر وقتاً فوقتاً بچپن کی یاد آجاتی ہے۔ رسالے میں شامل کہانیاں اور مضامین عمدہ اور دلچسپ ہوتے ہیں۔ بچوں کی دنیا موصول ہوتے ہی دو دن کے اندر ہی پڑھ ڈالتا ہوں۔ شاندار شمارہ شائع کرنے کے لیے آپ سبھی مبارکباد کے مستحق ہیں۔

بشن چودھری، منڈی گوبند گڑھ، پنجاب

'بچوں کی دنیا' 2023 کا رسالہ موصول ہوا، شکریہ! ہم سب طالبات کو اسے پڑھنے کی عادت سی ہوگئی ہے جس کو پڑھنے سے ہمیں بہت سی اہم معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ اس شمارے میں سلمیٰ یوسف حسین کا مضمون 'ایسا کہاں سے لائیں' بہت

فاطمہ اردو پرائمری اسکول، کراڑ پورہ، اورنگ آباد، مہاراشٹر

معلوماتی ہے۔ ان کا کہنا ہے سادگی سے جیو اور فکر کو اونچا رکھو، محنت سے جی نہ چراؤ، مال و دولت پر غرور نہ کرو، پاؤں زمین پر ہو اور فکر آسمان پر اور نظم 'کامیابی کا راز' بہترین ہے۔ 'مثالی دوستی' اور 'بڑا شیرو اور چھوٹا شیرو' بھی نصیحت آموز کہانیاں ہیں۔ نظم 'یہ باتیں ہیں بہت کام کی' کا یہ شعر اچھا لگا۔

نہیں سستی اچھی تمہارے لیے
نہیں وقت رکتا کسی کے لیے

انس مسرور کی کہانی 'ماسٹر پیارے لال' سے ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ جو وقت گزر جائے گا وہ پھر کبھی واپس نہیں آئے گا اور محنت، لگن، حوصلہ، ہمت اور مشقت اور وقت کی قدر کرنے والے ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں اور کتابیں انسان کی بہترین دوست ہیں، اسے ہمیشہ پاس رکھنا چاہیے۔

ثمینہ بانو درجہ 11، گورنمنٹ اردو گرلس ہائی سیکنڈری اسکول، برہانپور، ایم پی

# گرمی کے دن آئے آئے

بانو سرتاج

کس کو کون سا موسم پسند ہے؟

جواب مختلف ہوں گے۔ کوئی برسات کے موسم کی رم جھم کا دیوانہ ہوگا تو کسی کو سردی کی ادائیں پیاری لگتی ہوں گی۔ جہاں تک بچوں کی پسند کا سوال ہے ہمیں یقین ہے کہ گرمی کا موسم بازی مار لے جائے گا، کیوں؟ ارے بھئی گرمیوں میں اسکول بند رہتے ہیں، چھٹیاں ملتی ہیں۔ نانی کے گاؤں جانے کا موقع ملتا ہے، سیر و تفریح کے پروگرام بنتے ہیں، جی بھر کر کھیلنے کو ملتا ہے... چلیں آج نظموں کے پنکھوں پر سوار ہو کر گرمی کے موسم سے تعارف حاصل کریں۔

گرمی میں ویسے تو سب ٹھیک ٹھاک ہوتا ہے، صرف خوفناک گرمی بہت ستاتی ہے جس کی وجہ سے دوپہر بھر اندر گھر میں قید رہنا پڑتا ہے اور بچوں کے لیے ایک جگہ پر ٹک کر بیٹھنے سے بڑی کوئی سزا نہیں ہوتی۔ ہندی-اردو کے شعرا نے گرمی کے موسم کے تیور اور نئے نئے انداز جیسے سورج کی خوفناک شکل، لو کا قہر، تالابوں، ندیوں کا سوکھ جانا، انسانوں، چرندوں، پرندوں کا پیاس سے بے کل ہونا اور پھر گرمی کی مستیاں اور مزوں کا خوبصورتی سے بیان کیا ہے:

**تپتا سورج:** سورج روشنی دیتا ہے، دھوپ دیتا ہے جس سے فصلیں پکتی ہیں اور نہ جانے کتنے احسانات ہم پر کرتا ہے مگر گرمی کے موسم میں کبھی کبھی وہ خطرناک موڈ میں آجاتا ہے، تپنے لگتا ہے، تپانے لگتا ہے۔

تپتا سورج ایسا لگتا، جیسے آگ کا گولا
سورج کی گرمی سے بھیا، دھرتی بن جاتی شعلہ

نیاز احمد صدیقی زاہد سورج کی گرمی سے بھاگ کر ٹھنڈے مقامات کی پناہ لیتے ہیں۔

سورج دادا آج کل اگل رہے ہیں آگ
مارے گرمی کے سبھی لوگ رہے ہیں بھاگ

**لو کا قہر:** گرمی میں لو چلنے پر لوگ اوّل تو باہر ہی نہیں نکلتے، بالفرض نکلنا ہی پڑا تو کان منہ سر ڈھانک کر نکلتے ہیں۔ بچوں کو لو سے بچانے کی کوششیں بڑوں کی ناک میں دم کر دیتی ہیں۔

ڈاکٹر کیلاش نگم کہتے ہیں گرمی میں دھوپ کے ساتھ لو ایسے ہی چلتی ہے جیسے صاحب کے ساتھ باڈی گارڈ چلتا ہے۔

جب جب گرمی کی رُت آئی، آندھی لو جھکڑ سنگ لائی
سورج سے انگارے برسے، جلتے تن سائے کو ترسے

لو کی شان میں کئی اور شاعروں نے اظہار خیال کیا ہے۔

گرمی آئی لائی لو کیا کریں گے میں اور تو
کیسے کھیلیں بے چارے؟ بچے گرمی کے مارے

(اے جے جن مے جے)

گرما گرم ہوا چلتی ہے
تپتی دھوپ میں لو لگتی ہے

(کوثر انصاری)

دھوپ میں چلنے پھرنے سے، دیکھنا لو لگ جائے گی
ہونٹ تری کو ترسیں گے، خشک زباں ہو جائے گی

(شفیع الدین نیر)

لو دراصل سورج کا غصہ ہے۔ اس کے قہر سے سب پناہ مانگتے ہیں۔ بدری پرساد ورما انجان نے سورج کے غصے کی تشریح درج ذیل سطروں میں کی ہے۔

لو کا زور بڑھا دیا گرمی نے، سارا بدن جلا دیا گرمی نے
سب کے من کو دکھا دیا گرمی نے، سورج کا غصہ دکھا دیا گرمی نے

اور دیکھیے۔

گرم ہوا کے جھونکوں نے
تن من کو جھلسایا ہے

(جتن مورے)

مختصر یوں کہا جا سکتا ہے۔

ہر طرف لو کے جھونکے ہیں، ہر طرف آندھیاں
کچھ اس طرح سے اب کی بار آئی ہیں گرمیاں

(سوریہ کمار پانڈیہ)

**سوکھے تال تلیا:** لو کی وجہ سے پانی کی قلت ہو جاتی ہے۔ زمین کی تہہ میں پانی سوکھ جاتا ہے جس سے پودے پیڑ سوکھ جاتے ہیں۔ تال تلیا (کنوئیں تالابوں) کا پانی خشک ہو جاتا ہے۔ چرند، پرند انسان سب پانی کو ترسنے لگتے ہیں۔ گرمی کے اس قہر کو مختلف شعرا نے اپنی اپنی نظم میں بیان کیا ہے۔

سوکھے تال تلیا سارے گرمی کی رت آئی
ہانپ رہے ہیں چرند پرند سب کیسی آفت آئی
شانت بھاؤ سے پیڑ کھڑے سب پتہ ایک نہ ہلتا
سورج کی گرمی سے دھرتی پر، ذرہ ذرہ جلتا

(اٹل دویدی تمن)

سونے سونے سے ہو گئے ہر کیاری ہر کھیت
سوکھے سارے پوکھر تال گرم ہوئی دھرتی پر ریت
حال بے حال ہوئے سبھی پنچھی ہوں یا ڈھور

(گووند بھاردواج)

ندی نالے سوکھ گئے ہیں، بادل بھی تو روٹھ گئے ہیں
اب تو سب ہی ایسا چاہیں، آ جائیں گھنگھور گھٹائیں

(عاکف سنبھلی)

پھیلی ہے ہر سو ویرانی
سوکھ گیا ندیوں کا پانی

(احمد امام بالا پوری)

**ہوا پھولے، کوئل بولے:** گرم ہوا کے جھونکے جلاتے ہی نہیں دلوں میں گیت بھی جگاتے ہیں۔ ایسا نہ ہوتا تو گرمی میں کوئل کیوں گاتی؟ آم کے بور کی مہک، ہوا کے پھولوں کی خوشبو کوئل کو کوکنے پر مجبور کر دیتی ہے۔ بھانو دت ترپاٹھی نے گرمی کے اس خوبصورت پہلو کو نظم میں پیش کیا ہے۔

کانوں میں رس لگی گھولنے
پھر کوئل کی بولی
گرم ہوا کے جھونکے کھا کر
ڈالی ڈالی — ڈولی، کوئل میٹھا بولی

اٹل دویدی تمن چھوٹی سی خوبصورت آواز والی کی تعریف کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ کوئل کے گیت اس طرف اشارہ

کرتے ہیں کہ نامساعد حالات کو قابل برداشت بنانا انسان کو زیب دیتا ہے۔

ایسے میں کوئل باغوں میں میٹھے گیت سناتی
مشکل حالات میں خوش رہنے کا سبق ہے وہ پڑھاتی

اب چلیں گرمی کی گرمی اور انسان کی نرمی کی کشمکش کے روبرو ہونے کی طرف۔

**فرج / پنکھے، کولر کا راج:** گرمی کا موسم، اس کی تپش سے لوگوں کو بہت سی شکایتیں ہیں مگر دیکھنے جائیں تو کوئی ایسی چیز نہیں جس میں کوئی برائی نہ ہو۔ ہر بات کے دو پہلو ہوتے ہیں، اچھا اور برا— اب ہم دیکھتے ہیں کہ بچوں بڑوں کو گرمی کے موسم کی کیا باتیں پسند ہیں۔

**پنکھے، کولر، فرج، اے سی کا راج:** گرمی کا مقابلہ کرنے کے لیے انسان نے اپنی ذہانت کے بل پر خوب تیاریاں کر رکھی ہیں جن میں گرمی کو مات دینے کے لیے بہت ساری چیزیں ایجاد کر لی ہیں۔ پنکھے، کولر، اے سی، ٹھنڈی ہوا دیتے ہیں، فرج ٹھنڈا پانی دیتا ہے اور کھانے پینے کی چیزوں کو خراب ہونے سے بچاتا ہے۔

پیاس پکارے پانی پانی اس لیے ہوتی حیرانی
کولر، فرج، پنکھے کے ذریعے، مرجاتی گرمی کی نانی

(راجہ چوڑسیاں)

پنکھے کولر، اے سی چلتے
راتیں کٹتیں پنکھے جھلتے

(حبیب سیفی)

گرمی نے سب کو کیا ہے بے چین، لگاتار چل رہے گھر میں کولر فین
آتی آنکھوں میں نہیں رات رات بھر نیند
کولر پنکھے پر ٹکی ہے ساری امید

(رامانج ترپاٹھی)

**مزے کھانے پینے کے:** گرمی کا موسم سب سے اچھا، کھانے کو ملتا اچھا اچھا، بچوں کے تقریباً شعرا نے سب سے زیادہ اہمیت

اس پوائنٹ کو دی ہے۔ دینا بھی چاہیے کیونکہ بچوں کو اس سے سرور کار ہے۔ اسی سے سروکار نہ ہوتا تو بوڑھے نہ کہلاتے؟ پہلے ٹھنڈی میٹھی چیزوں کی بہار دیکھیں۔

جاڑا گیا تو گرمی آئی، برف ملائی سنگ لے آئی
لسی شربت، قلفی نے پھر اپنی دھاک جمائی

(ہیمنت کمار)

ہوا کی پالکی پر چڑھ کے گرمی کی رت آئی

(بھانودت ترپاٹھی)

شربت اور فالودے سے دل کی کلی کھل جائے گی
برف بنے گی کثرت سے گھر گھر بکنے آئے گی

(شفیع الدین نیر)

آیا ہے موسم گرمی کا
شربت لسی اور قلفی کا

(بسم اللہ عدیم)

اب باری ہے موسمی پھلوں کی۔ آم کی بادشاہت ہے، مختلف قسم کے پھل ہیں۔

خربوزہ، تربوزہ، آم
لکا، مازا، جیلی جام
لے لو ان کو دے کر دام
آم کے آم گٹھلی کے دام

(بانو سرتاج)

آئی آئی گرمی آئی آئس کریم برفی ہے لائے
خربوزے ناریل ہیں دیکھو ککڑی کا ذائقہ تو چکھو
تربوزہ ہے گرمی کا اپہار

(جگ پتی اگروال)

خشک گلا ہے ہونٹ ہیں سوکھے
جان تو جیسے تن سے نکلے

لیچی، ککڑی اور موسمی
پیاس بجھاتے ہیں ہم سب کی

(بسم اللہ عدیم)

**چھٹیاں اور سیر سپاٹا:** بچوں کو چھٹیاں بہت پیاری لگتی ہیں۔ اس کا وہ بیانگ دہل اعلان بھی کرتے ہیں۔

چپل، ٹوپی، کپڑے مہین آنکھوں پر چشمہ رنگین
گیلا کرتے سوکھا گلا مٹکے والا پانی بھلا
گرمی کے دن من بھاتے
چھٹیاں لے کر جو آتے

(غفور سیفی)

ہیں بند اسکول، مدرسے سب
نہ کام کوئی نہ امتحاں اب
ہماری تو اب چھٹیاں ہیں
نہ ڈانٹ کا ڈر نہ جھڑکیاں ہیں
نہ جلد اٹھنے کا حکم ہی اب
نہ فکر ہے ہوم ورک کی اب

(قمر سنبھلی)

بند ہوئے اسکول تمام بند ہوئی پڑھائی
کلو شملہ اور مسوری دھرم شالا اور کشمیر
کرلو مستی اور کھیل کود
جب تک نہ آئیں جون کے دن

(پرانے جگیشور)

**گرمی کے روگ اور ان سے بچاؤ:** گرمی بڑھ جانے سے بیماریوں میں بھی اضافہ ہوتا ہے۔ گرمی کے تعلق سے بہت سی باتیں ہوچکیں اب ضروری ہے کہ کچھ باتیں صحت کے تعلق سے بھی ہو جائیں۔ ایک کہاوت ہے:

When wealth is lest
Nothing….. is lost
When health is lost
Everything is lost

بھلا جب صحت ہی اچھی نہ ہوگی تو کولر، اے سی کی ہوا کس کام کی، صحت اچھی نہ ہوگی تو لسی قلفی آئس کریم کھانے کو نہ ملے گی۔ صحت مند نہیں رہو گے تو سیر سپاٹے کو کیسے جاؤ گے، اس لیے احتیاط سب سے اچھی۔ راجہ چورسیا جی مچھروں کے حملے سے خبردار کرتے ہیں۔

دن تو لگنے لگے اڑھائی لیکن رات ہوگئی سوائی
مچھر دھاوا لگے بولنے، مچھر دانی گھر گھر آئی

ناگیش پانڈے سنجے مچھروں سے ہونے والی بیماریوں سے بچنے کی تدابیر بتاتے ہیں۔

بہت تیز گرمی ہے بھیا بہت زیادہ ہیں مچھر
مچھر ملیریا پھیلاتے ان سے رہنا بچ کر
مچھردانی ہی میں سونا، رکھنا خوب صفائی
کوڑا ہونے نہ پائے اکٹھا، کبھی نہ کرنا لاپرواہی

راج کمار دھوتی لو سے بچاؤ کا طریقہ اپنی نظم میں بتاتے ہیں۔

پانی پی کر گھر سے نکلنا، کھانا، پیاز سنو
گرمی کا ہے راز سنو!
چینی نمک کا گھول پلائیں
گرمی سے وہ ہم کو بچائیں

گرمی کے موسم کی بات تفصیل سے ہوگئی۔ گرمی کے پسند و ناپسند ہونے کی بات ہوگئی۔ گرمی کی خوبیوں کی بات ہوگئی۔ گرمی سے بچاؤ کا ذکر ہوگیا۔ اب رہ گئی گرمی سے واقفیت۔ اس کی نصیحتیں جاننا رہ گیا ہے تو اس پر نظر ڈال لیں۔

گرمی ہمیں کاہلی سے بچاتی ہے، محنت کرنے کا پیغام دیتی ہے، دوسروں کی بھلائی کے لیے اکساتی ہے۔ یوگیندر سنگھ بھاٹی کی نظم 'گرمی ہمیں سکھاتی ہے' واقعی ہمیں، چھوٹے بڑوں سب کو بہت کچھ سکھا جاتی ہے۔ پڑھیے یہ نظم۔

خوشی خوشی تو بہا پسینہ
گرمی ہمیں سکھاتی ہے

صبر کا پھل ہوتا ہے میٹھا صبر کا دامن کبھی نہ چھوڑو
گرمی سے سیکھو غم کھانا سستی سے تم منہ موڑو
تپتی ہے یہ گرمی کتنی لیکن کبھی نہیں گھبراتی ہے
دن بھر تپتے ہیں سورج جی ہم کو ساتھ تپاتے ہیں
تیاگ، عبادت اور خدمت کی اہمیت ہمیں سمجھاتے ہیں
تپا تپا کر ہی یہ گرمی سونا ہمیں بناتی ہے
خوشی خوشی تو بہا پسینہ گرمی ہمیں سکھاتی ہے

■

**Dr. Bano Sartaj**
Sartaj House, Jindran Nagar
Near 1st Meeb Tower
Pandharkawada Road
Yavatmal - 445001 (MS)

سیدہ نوشاد بیگم محمود

# جان ہے تو جہان ہے

تیرے مسکرانے کا اثر صحت پر ہوتا ہے
لوگ پوچھ لیتے ہیں دوا کا نام کیا ہے

بچو! میزان میں اگر ایک جانب تمام عیش و آرام اور خوشیاں رکھ دو گے اور ایک جانب اپنی تندرستی رکھ دو گے تو یاد رکھیے کہ تندرستی اور صحت کا ہی پلڑا بھاری دکھائی دے گا۔ کیونکہ اگر انسان کی زندگی میں تندرستی ہے تو پھر دنیا کی تمام چیزوں کی قیمت ہے ورنہ یہ سب چیزیں آپ کے لیے بیکار ہیں۔ آپ کی کمزور صحت آپ کو اپنے نقطۂ نظر پر قائم نہیں رہنے دے گی۔ آپ نے بہت سے خواب دیکھے ہیں کہ میں زندگی میں یہ بنوں گا، وہ بنوں گا۔ لیکن اگر بیمار ہو اور صحت کا خیال نہیں رکھتے ہو تو اپنے خوابوں کی تکمیل کس طرح کرو گے۔ آپ نے سُنا ہوگا۔ دانشوران کہتے ہیں جان ہے تو جہان ہے۔ اس لیے زندگی میں صحت مند زندگی کا راز اپنائیے۔ ہمیشہ خوش رہیں۔ اُداسی کو اپنے آگے پھٹکنے نہ دیں۔ وقت پر کھانا، تھوڑی سی ورزش اور مکمل نیند ان تمام اچھی عادتوں کو روزمرہ کی زندگی میں اپنا لیجیے اور دیکھیے کہ آپ کتنے خوش وخرم اور پر جوش، پر امنگ زندگی گزارتے ہیں۔ تندرستی قائم رکھنے اور ذہنی سکون کو برقرار رکھنے کے لیے زندگی میں کچھ اصول اپنانے ہوتے ہیں اور ان اصولوں کو عمل میں لانا بھی ہوتا ہے۔ ان اُصولوں پر چلنے کے لیے ہمیں پیسے نہیں خرچ کرنے پڑتے صرف اپنی مصروفیات کے وقت سے کچھ وقت نکالنا ہوتا ہے۔

اپنے آپ کے لیے وقت کی منصوبہ بندی کیجیے، کہ صبح سویرے نیند سے بیدار ہو کر تمام ضروریات سے فارغ ہو کر عبادت کریں۔ اُس کے بعد میدان میں جا کر چہل قدمی کریں، کھلی ہوا میں زیادہ نہیں تو 15 منٹ ہی بیٹھیں تاکہ تروتازہ اور صاف ہوا پھیپھڑوں میں داخل ہوں۔ قدرت کے پرسکون ماحول میں اپنے آپ کو خوش رکھیں۔ اس کا تجربہ کر کے دیکھ لیں اور اگر آپ اچھا محسوس کریں تو یہی روزمرہ کی عادت بنالیں۔ شاید کبھی بیمار ہونے کی نوبت ہی نہ آئے۔ یا کبھی آ بھی جائے تو اُس سے جلد نپٹ سکیں۔ زندگی میں چاہے کیسی بھی پریشانی آ جائے اس کا مثبت پہلو تلاش کیجیے۔ اگر برا ہوگا تو کتنا ہوگا؟ اور اس سے اچھا کتنا ہونے والا ہے۔

انسان کا دماغ جب پرسکون ہوتا ہے تو اُس کا بہت اچھا اثر جسم پر ہوتا ہے اور تندرستی برقرار رہتی ہے۔ ورنہ انسانی دماغ ہر وقت وہی سوچتا رہے گا کہ مجھے یہ تکلیف ہو رہی ہے اور وہ تکلیف کیوں ہو رہی ہے۔ اس طرح تکالیف کی ایک زنجیر ہی بنتی چلی جائے گی۔ اس لیے پریشانیوں کا حل اطمینان سے تلاش کیجیے اور اپنے دماغ پر اس کا زیادہ بوجھ نہ پڑنے دیں۔ اگر دماغ پریشان ہوگا تو تندرستی خراب ہونا طے ہے۔ اکثر طبی تحقیقات یہ انکشاف کرتی ہے کہ 5% ہی جسمانی بیماری ہوتی ہے جبکہ 95% فیصد تو ذہنی بیماریاں ہمارے جسم کو کھوکھلا کر دیتی ہیں۔ اس لیے غلط سوچ سے نجات حاصل کیجیے۔

ایک مرتبہ ایک ٹیچر نے کلاس روم میں بچوں کو سفید کاغذ دکھلایا اور پوچھا کہ آپ نے کیا دیکھا۔ اُس کاغذ پر ایک چھوٹا سا کالا دھبہ بنا ہوا تھا۔ بچوں کو سفید کاغذ کے بجائے کالا دھبہ نظر آ گیا۔ اس

لیے کہتے ہیں کہ بری باتوں کی جانب نظر بہت جلدی جاتی ہے۔

اپنی نا امیدی کو مات دینا سیکھیے۔ جب آپ نا امید ہونا چھوڑ دیتے ہیں تو اپنی ذہنی تندرستی کو برقرار رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ بورڈ کے رزلٹ کے وقت اکثر بچے احساس کمتری میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔ ناکام تو بہت سے بچے ہوتے ہیں وہ سب ہی نا امید نہیں ہوتے۔ چند اپنی ناکامی سے سبق لے کر بڑے مدرس لینا چاہتے ہیں۔ زندگی کی ناکامی ہی کامیابی کی پہلی سیڑھی ہوتی ہے۔ ورنہ آپ کی غلط سوچ آپ کو پاگل بھی کر سکتی ہے۔ اور یہ ذہنی بیماری انسان کو نہ جینے دیتی ہے اور نہ ہی مرنے دیتی ہے۔ اپنا نقطہ نظر مثبت رکھیے۔

مشہور سائنسداں تھامس ایڈیسن کی تجربہ گاہ جو کہ نیو جرمین میں واقع تھی۔ اُس تجربہ گاہ میں آگ لگ گئی اور وہ جل کر خاک ہو گئی۔ تقریباً 50 لاکھ کا نقصان ہو گیا۔ دوسرے روز اُس جلے ہوئے ملبے کی جانب دیکھ کر 70 سالہ سائنسداں نے کچھ اس طرح کہا کہ میری تمام غلطیاں جل چکی ہیں۔ اب میں اُسے بھول کر نئے سیرے سے نئی ریسرچ کر سکوں گا۔ اسے نقصان کا ایک بڑا فائدہ ہی کہوں گا۔

چند لوگ اپنے حالات کا رونا لے کر بیٹھ جاتے ہیں۔ پر امید انسان اپنے مقصد کو حاصل کرنے کی تصویر ہمیشہ دیکھتا ہے۔ اس لیے حالات کا رونا مت روئیے، ہم کچھ بھی نہیں بدل سکتے صرف اپنی سوچ کو بدل سکتے ہیں۔

اندھیرے کی فکر چھوڑیے، اندھیرے کو قصوروار سمجھنے کی بجائے روشنی کیجیے۔ وہی اندھیرا دور کرنے کی ایک راہ ہے۔ جو اندھیرے کی رٹ لگائیں گے وہ روشنی تک کیسے پہنچ پائیں گے۔

لوگ کہتے ہیں بدلتا ہے زمانہ سب کو
مرد وہ ہیں جو زمانہ کو بدل دیتے ہیں

بچو! ایک کہاوت ہے کھانا جینے کے لیے ہے نہ کہ جینا کھانے کے لیے۔ قرآن مجید میں اللہ کا ارشاد ہے کہ کھاؤ پیو اور ضائع نہ کرو۔ اللہ حد سے بڑھنے والوں کو پسند نہیں کرتا۔ کھانا مل جل کر کھانے سے الفت و محبت بڑھتی ہے اور برکت بھی۔ حلق تک کھانا انسان کو زیب نہیں دیتا۔ غذا سے بھرے شکم کے ساتھ کوئی بھی انسان چاق و چوبند نہیں رہ سکتا۔ اُس کی صلاحیتیں چاہے وہ جسمانی ہوں یا ذہنی ماند پڑ جاتی ہیں۔ ایسا شخص بلندیوں تک پرواز نہیں کر سکتا۔ کھانا کھانے کے بھی آداب ہیں ورنہ انسان اور جانور میں کوئی فرق نہیں رہتا۔ اللہ کے نام سے شروع کیا جائے، برتن کے کنارے سے کھایا جائے، چھری کانٹے کی مدد سے نہ کھاتے ہوئے دائیں ہاتھ کے تین انگلیوں کا استعمال ہو۔ تھوڑی بھوک باقی رہے تو دسترخوان سے اُٹھ جانا چاہیے۔ دسترخوان پر مختلف پکوان ہو تو اپنی پسند کا کھانا کھا کر اُٹھیں، ایسے وقت میں دوسروں کا بھی خیال رکھیں۔ جب بھوک لگے تب ہی کھانا نوش فرماؤ۔ ہر وقت جگالی کرتے رہنا ٹھیک عادت نہیں مانی جاتی۔ کھانے سے فارغ ہو کر ہاتھ منہ دھو کر فارغ ہو جائیے اور اللہ کا شکر ادا کیجیے۔ اگر کسی کے پاس مہمان بن کر جاؤ تو کھانے کے بعد میزبان کے لیے دُعائیہ کلمات ضرور ادا کیجیے۔ خوشی اور مسرت کے موقع پر دعوت کرنا چاہیے۔ دعوت دینا بھی اخلاص میں شامل ہے۔ خاندانی اور معاشرتی عادات کے تقاضے ہیں۔ دعوت میں نہ تو بہت پہلے پہنچو اور نہ ہی تاخیر سے۔ اسی طرح زیادہ دیر تک محفل جمائے رکھنا بھی مناسب نہیں اس سے میزبان کے کاموں میں وقت ہوتی ہے۔ کھانے کے وقت زیادہ ہنسی اور قہقہے بکھیرنا غلط عادت ہے۔

■

**Syeda Naushad Begum Mahmood**
Shiri Darshan Apts,
B-203, Mumbai Pune Road,
Shastri Nagar, Kalwa
Distt.: Thane- 400605 (Maharashtra)
Mob.: 9867650210

یوسف رامپوری

# ماں کی عظمت اور اس کے تقاضے

**بچو!** کیا آپ جانتے ہو کہ ماں کا مقام کیا ہے؟ اگر نہیں، تو جان لو کہ 'ماں' وہ عظیم ہستی ہے جس کا دامن خلوص ومحبت سے بھرا ہوتا ہے، جو اپنے بچوں کے لیے ہر قربانی دینے کا جذبہ رکھتی ہے۔ یہ ماں ہی ہوتی ہے جسے اپنے بچوں کی تکلیف و پریشانی کا بھرپور احساس ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ جب وہ اپنے بچوں کو تکلیف میں دیکھتی ہے تو تڑپ جاتی ہے اور فوراً اس تکلیف کو دور کرنے کے لیے کوششیں کرتی ہے۔ آپ نے وہ واقعہ سنا ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جب اپنی بیوی ہاجرہ اور بیٹے اسماعیل کو اس صحرا میں چھوڑ کر چلے گئے تھے، جہاں نہ کھانے پینے کی چیزیں تھیں اور نہ وہاں انسانوں کی آبادی تھی۔ کھانے پینے کا جو سامان حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کے پاس چھوڑا تھا، وہ کچھ وقت کے بعد ختم ہوگیا تھا، حضرت اسمٰعیل کو پیاس کا احساس ہونے لگا جس کو حضرت ہاجرہ نے محسوس کرلیا، وہ پریشان ہوگئیں، اپنے بچے کی پیاس بجھانے کے لیے انھوں نے ادھر ادھر دیکھا مگر دور دور تک پانی کا نام ونشان نہ تھا، پھر وہ پانی کی تلاش میں کوہِ صفا پر چڑھیں اور چاروں طرف دیکھا مگر وہاں سے بھی پانی کے اثرات کہیں نظر نہ آئے، جلدی جلدی وہ کوہِ صفا سے اتریں، پھر کوہ مروہ پر چڑھیں کہ وہاں سے کہیں پانی دکھائی دے جائے، لیکن پانی وہاں سے بھی کہیں نظر نہ آیا، پھر بھی وہ ہمت نہ ہاریں، بار بار وہ ان پہاڑوں پر چڑھتی اور اترتی رہیں، اس طرح وہ سات بار کوہ صفا پر اور سات بار کوہِ مروہ پر چڑھیں۔ اس سے ان کی تڑپ اور بے چینی کا بخوبی اندازہ کیا جاسکتا ہے۔ اس کے بعد دیکھا تو حضرت اسمٰعیل کے قدموں سے پانی کا ایک چشمہ بہہ رہا ہے، جسے 'آب زم زم' کہا جاتا ہے، جو آج تک جاری ہے۔

ماں کی محبت کے اندر کس قدر گہرائی اور وسعت ہوتی ہے کہ وہ خوشی کے ساتھ بچے کی پرورش کرتی ہے، بچہ بار بار روتا ہے، وہ اسے بار بار اپنے سینے سے لگاتی ہے، گود میں جھولا

جھلاتی ہے، بچہ پاخانہ پیشاب کرتا ہے، وہ اسے دھوتی ہے، اسے نہلاتی ہے، اچھے اچھے کپڑے پہناتی ہے، آنکھوں میں سرمہ لگاتی ہے، بالوں میں تیل ڈالتی ہے، اور یہ سب وہ ایک دو دن یا ایک دو ہفتے نہیں کرتی بلکہ سالوں تک اپنے بچے کے تمام کام وہ خود کرتی ہے، اور کمال کی بات یہ ہے کہ وہ یہ کرنے سے اکتاتی نہیں ہے۔ کیا کوئی اور یہ سب کرسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ ماں صرف بچے کی پرورش ہی نہیں کرتی بلکہ اس کی تربیت بھی کرتی ہے، اسے کھانا پینا، چلنا پھرنا، بولنا چالنا سکھاتی ہے۔ ہر ’ماں‘ چاہتی ہے کہ اس کا بچہ کامیاب ہو۔ چنانچہ اپنے بچے کو کامیاب بنانے کے لیے جو بھی اس کے بس میں ہوتا ہے، وہ کرتی ہے۔ ماں صبح سویرے بچے کو جگاتی ہے، اسے صاف ستھرے کپڑے پہنا کر اسکول جانے کے لیے تیار کرتی ہے، ناشتہ بناتی ہے، تاکہ وہ کچھ کھا پی کر جائے اور ساتھ ہی ٹفن بھی تیار کردیتی ہے کہ وہ اسکول میں لنچ کے وقت بھی کچھ کھا سکے، بھوکا نہ رہے۔ ماں اسے چھوڑنے کے لیے بھی جاتی ہے۔ اگر اسکول پاس ہوتا ہے تو اسکول کے دروازے تک جاتی ہے اور اگر اسکول دور ہوتا ہے اور بچہ کسی سواری کے ذریعے اسکول جاتا ہے تو اس سواری تک پہنچا کر آتی ہے۔ اسکول کی چھٹی ہونے کے بعد پھر وہ بچے کو لینے بھی جاتی ہے۔ یہ سب وہ اس لیے کرتی ہے کہ اس کا بچہ زیادہ سے زیادہ تعلیم حاصل کرکے کامیاب ہوجائے۔ یہ سب کچھ کرنے کے پیچھے اس کا اپنا کوئی لالچ یا مفاد نہیں ہوتا، اس کے من میں یہ بات نہیں ہوتی کہ بڑا ہوکر وہ اس کا خیال رکھے گا یا نہیں، بچے سے ماں کی یہی محبت اس وقت بھی قائم رہتی ہے جب وہ اپنے پیروں پر کھڑا ہوجاتا ہے، کمانے لگتا ہے، اتنا ہی نہیں بلکہ بچوں والا بھی ہوجاتا ہے تب بھی ماں کی محبت بدستور قائم رہتی ہے۔

بچے کے لیے ماں کی محبت اور عظیم قربانیوں کی وجہ سے ہر مذہب نے ’ماں‘ کو عظیم قرار دیا ہے۔ اسلام میں ماں کی عظمت کا اندازہ اس حدیث سے لگایا سکتا ہے کہ ایک مرتبہ ایک صحابی نے پیغمبر اسلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ میرے حسن سلوک (اچھے برتاؤ) کا سب سے زیادہ حقدار کون ہے؟ تو آپؐ نے فرمایا: تیری ماں، اس کے بعد پھر ان صحابی نے معلوم کیا، یا رسول اللہ پھر کون؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا پھر تیری ماں، پھر ان صحابی نے آپ سے یہی سوال دہراتے ہوئے کہا یا رسول اللہ پھر کون؟ آپؐ نے تیسری مرتبہ بھی وہی جواب دیا یعنی ’’پھر تیری ماں‘‘۔ ذرا غور کیجیے کہ عام طور پر تین درجے بیان کیے جاتے ہیں اول، دوم، سوم۔ یہاں تینوں درجے حسن سلوک کے لحاظ سے ماں کو دے دیے گئے، اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ اسلام میں ’ماں‘ کو کتنا عظیم مقام حاصل ہے۔

واقعی ’ماں‘ ایسی عظیم ہستی ہے کہ اس کے ساتھ جتنا بہترین سلوک کیا جائے، اتنا کم ہے بلکہ ماں نے اپنے بچے کے لیے جو قربانیاں دی ہوئی ہوتی ہیں یا اپنے بچے کے لیے جس قدر سچا جذبہ ماں کا ہوتا ہے، اس کا کوئی بدل نہیں ہوسکتا۔ اولاد چاہے کتنی بھی ماں کی خدمت کرلے، وہ اس کا نعم البدل نہیں بن سکتی، اس لیے اولاد کو چاہیے کہ وہ اپنی ماں کو راضی رکھے، اور اس کو کسی طرح کی تکلیف نہ پہنچائے۔ اولاد کی پرورش اور تعلیم و تربیت میں ’باپ‘ کے کردار کو بھی نظر انداز نہیں کیا جاسکتا، وہ بھی اپنی اولاد کا خیر خواہ ہوتا ہے اور اس کے لیے بہت سی قربانیاں دیتا ہے، اسی لیے اولاد کے اوپر لازم ہے کہ وہ دونوں کا احترام کرے، ان دونوں کے ساتھ اچھا سلوک کرے اور جب وہ بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو ان کا خاص خیال رکھے اور انھیں اپنی طرف سے کسی طرح کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے۔ قرآن مجید میں ارشاد فرمایا گیا ہے: ’’تمھارے رب

# ماں: ایثار و محبت کا پیکر

نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اس اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہ کرو اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرو۔ اگر ان میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے سامنے بڑھاپے کی منزل پر پہنچ جائیں تو انھیں 'اف' تک نہ کہو اور نہ انھیں جھڑکو بلکہ ان سے مہربانی سے بات کرو۔"

ماں باپ کے ساتھ اولاد کی طرف سے کی جانے والی بدتمیزی نہایت تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ خاص طور سے اولاد کا ماں باپ کو ان کے بڑھاپے کی عمر میں نظرانداز کرنا یا انھیں ڈانٹنا ڈپٹنا بہت زیادہ تکلیف دہ ہے۔ اس لیے کہ اس عمر میں والدین بہت لاغر ہوتے ہیں، وہ کچھ کام کرنے کی حالت میں بھی نہیں ہوتے، بیماریاں بھی ان کا پیچھا کرتی رہتی ہیں، ایسے میں اگر اولاد ان کا بھرپور خیال رکھے، کھانے پینے اور علاج ومعالجے کا اہتمام کرے، ان کی خبر گیری کرے اور خوش اسلوبی کے ساتھ ان کی خدمت کرے تو اس سے انھیں بہت زیادہ خوشی ہوگی، وہ بہت سی دعائیں دیں گے، جو اولاد کے ہر وقت کام آئیں گی۔ کہا جاتا ہے کہ وہ لوگ جنھیں اپنے والدین کی دعائیں مل جاتی ہیں وہ بہت خوش نصیب ہوتے ہیں، اور جنھیں ماں باپ کی بددعائیں ملتی ہیں وہ بدنصیب ہوتے ہیں۔ اس لیے اس بات کی کوشش کی جائے کہ والدین راضی رہیں تاکہ ان کی دعائیں ملتی رہیں۔

بچو! آپ نے سنا ہوگا کہ 'ماں کے قدموں تلے جنت ہے'، اس لیے ماں کی خدمت اور ماں کے ساتھ اچھے برتاؤ کو اپنی زندگی کے مقاصد میں شامل کر لینا چاہیے۔ جیسا کہ انسان اپنے مقصد سے غافل نہیں ہوتا ہے، اسی طرح ماں سے بھی بے توجہی نہ برتے، ماں کے مقام اور اس کے رتبے کو پہچانے اور اس رتبے کے تقاضوں کو پورا کرے۔ ماں کے مقام سے متعارف کروانے اور ماں کے ساتھ سلوک کو بہتر سے بہتر بنانے کے مقصد کے تحت ہر سال دنیا کے بہت سے ملکوں میں 'یوم مادر' منایا جاتا ہے کہ لوگ ماں کی عظمت کا احساس کریں، اس کی قربانیوں کو یاد رکھیں اور ماں کے ساتھ اچھے سلوک کا عزم بھی کریں۔ آج کل بہت سے بچے بڑے ہو کر 'ماں' کو اہمیت نہیں دیتے، جس طرح اس کی قدر کی جانی چاہیے، نہیں کرتے، جتنی توجہ دینی چاہیے، نہیں دیتے۔ یہ نہایت تکلیف کی بات ہے کہ جس نے اپنی ہستی کو اولاد کے لیے فنا کر دیا، وہی اولاد اب اس کی طرف سے بے توجہی برت رہی ہے، وہ ماں جس نے اپنی اولاد کی خاطر نہ راتوں کی نیند کو دیکھا، نہ دن کے سکون کو محسوس کیا، وہی اولاد آنکھیں پھیر کر اسے بھلا دیتی ہے۔

موجودہ عہد میں والدین کی ناقدری کی ان گنت مثالیں جہاں تہاں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ بہت سے لوگ اپنے ماں باپ کو کھانا تک نہیں دیتے، بہت سے اپنے ماں باپ کو رہنے کے لیے ٹھیک سی جگہ فراہم نہیں کرتے، بہت سے ان کے ساتھ ڈانٹ ڈپٹ بھی کرتے ہیں، بہت سے ماں باپ سے دور جا کر کہیں اور بس جاتے ہیں اور برسہا برس تک ماں باپ کو اپنی شکل تک نہیں دکھاتے، کچھ لوگ تو اپنے ماں باپ کو اجنبی لوگوں کے درمیان چھوڑ آتے ہیں اور پھر سال دو سال میں ان سے ملنے کے لیے جاتے ہیں۔ کیا گزرتی ہوگی ان پر، جب کہ اولاد کو ماں باپ کی آنکھوں کی ٹھنڈک کہا جاتا ہے۔ کیا ہی بہتر ہو کہ ہر ایک شخص اپنے والدین کے ساتھ اپنے سلوک کا محاسبہ کرے۔ اگر کچھ کمی ہو رہی ہو تو اسے بلاتاخیر فوراً دور کرے۔

■

**Yusuf Rampuri**
Mohalla Tandola, Tanda
Distt Rampur - 244925 (UP)

رباب انجم

# ماں: جس کی خوشبو سے معطر رہتی ہے کائنات

باپ زینہ ہے جو لے جاتا ہے اونچائی تک
ماں دعا ہے جو سدا سایہ فگن رہتی ہے

ماں کی عظمت پر کچھ لکھنا سورج کو چراغ دکھانے یا سمندر کو کوزے میں بند کرنے کے مترادف ہے۔ سب کچھ نچھاور کر کے کبھی احسان نہ جتانے والی شخصیت ماں کی ہی ہے۔ ماں ہی وہ عظیم ہستی ہے، جس کے سامنے دنیا کی ہر محبت ہیچ ہے اور اس کی محبت کے آگے دنیا کی ہر دولت بیکار ہے۔ جس کا ثبوت یہ ہے کہ اللہ بھی جب بندے سے اپنی محبت کی بات کرتا ہے تو ماں کی محبت کو مثال بناتا ہے کہ میں اپنے بندوں سے ستر ماؤں سے زیادہ پیار کرتا ہوں۔

ماں سے زیادہ با اعتماد اور بے لوث کوئی رشتہ ہی دنیا میں نہیں جو جاڑوں کی سرد راتوں میں خود گیلے بستر پر لیٹ کر بچے کو سوکھا اور گرم رکھنے کی سعی کرتی ہے اور ایثار کا یہ سلسلہ گود کے بچے کے لیے ہی نہیں عمر کے ہر دور میں جاری رہتا ہے۔

آسمان سے پوچھیے تو کہے گا، ”ماں کی عظمت و رفعت افلاک کی وسعتوں سے بڑھ کر ہے۔

زمین سے پوچھیے تو کہے گی، ”ماں کے پیروں کی دھول میں بھی پھول اگتے ہیں۔

چاند سے پوچھیے گا تو کہے گا، ”ماں ایسی میٹھی روشنی ہے جس میں ممتا اور محبت کی کلیاں مسکراتی ہیں۔

بادل سے پوچھیے تو کہے گا، ”ماں کی نظرِ کرم ابرِ رحمت کا خوش گوار سایہ ہے۔

ماں کا دل ساگر سے زیادہ گہرا ہے جس میں تمام رنج و الم چھپ جاتے ہیں۔ ماں ایسی خوشبو ہے، جس کے وجود سے پوری کائنات معطر رہتی ہے۔

ماں کی عظمت کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہوگا کہ اللہ اور اس کے نبی کے بعد دنیا میں پہلا دوسرا اور تیسرا حق ماں کا ہی ہے۔

بچے کے دنیا میں آنے سے نو ماہ پہلے سے لے کر زندگی کی آخری سانس تک اولاد کے لیے فکر میں مبتلا رہنے والی ہستی ماں کی ہی ہے اور وہی ماں ہے جس کی گود میں انبیا، صحابی، ولی، بزرگ پلے، جنھوں نے اپنی تعلیمات کی روشنی سے دنیا کو منور کیا۔

آپ نے یہ بات ضرور سنی ہوگی کہ گود سے گور تک علم حاصل کرو۔ تو ظاہر ہے کہ گود میں رہنے والا بچہ نہ تو اسکول جاتا ہے۔ نہ گود میں بیٹھ کر کتاب کاپی کے ذریعے تعلیم حاصل کر سکتا ہے۔ اس کے لیے تو ماں کی گود ہی اس کا مدرسہ اول اور اس کی ماں ہی اس کی اولین مدرس ہے۔

بیشتر لوگوں نے سلطانہ ڈاکو کا قصہ سنا ہوگا جس کی دہشت سے ایک زمانہ لرزتا تھا۔ نہایت مشکل سے وہ پولیس کے قبضے میں آیا اور جب اسے سزا کے بطور پھانسی دی جانی تھی تو قانون کے مطابق اس سے اس کی آخری خواہش پوچھی گئی۔ اس نے

کہا کہ میں اپنی ماں سے کان میں کچھ کہنا چاہتا ہوں جب اس کی ماں اس کے قریب آئی تو اس نے اپنی ماں کے کان کے پاس منھ لے جا کر اس کا کان دانتوں سے کاٹ لیا۔ وہاں موجود لوگوں نے اس کو لعنت ملامت کی کہ یہ وقت تو ماں سے معافی مانگنے اور اس سے دعا لینے کا تھا تو اس وقت بھی اپنی کرنی سے باز نہ آیا۔ تو اس کا جواب تھا کہ میری اس بربادی کی ذمے دار یہی ماں ہے۔ اگر بچپن میں پہلے دن جب میں اسکول سے کسی بچے کی پنسل چرا کر لایا تھا، اس نے اسی وقت میرے کان پکڑے ہوتے تو آج یہ نوبت نہ آتی۔

اور دوسری طرف کامیابی و کامرانی، عزت و معرفت کی مثال عبدالقادر جیلانیؒ ہیں کہ جب وہ بچپن میں حصول تعلیم کی غرض سے پانی کے جہاز کے ذریعے سفر پر جا رہے تھے تو والدہ نے ان کی کمر میں کچھ اشرفیاں سی دیں کہ کسی کی نظر نہ پڑے اور کوئی چرا نہ لے۔ راستے میں کچھ لٹیروں نے ان کے جہاز پر حملہ کیا اور آواز دے کر کہا کہ جس کے پاس جو کچھ ہے۔ حوالے کر دو۔ تو عبدالقادر جیلانی نے سچ سچ بتا دیا کہ میرے کپڑوں میں اشرفیاں ہیں۔ وہ لٹیرے بے حد متاثر ہوئے۔ انھوں نے کہا بیٹا! تمہاری اشرفیاں تو ہمیں دکھ بھی نہیں رہی تھیں؟ پھر تم نے کیوں بتا دیا۔ تو ان کا جواب تھا کہ میری ماں نے سکھایا تھا، ”بیٹا کبھی جھوٹ نہ بولنا۔“ اسے کہتے ہیں ماں کی عظمت۔

یوں تو شیطان روز ازل سے ہی حضرت انسان کو بھٹکانے کی مہم پر لگا ہے۔ لیکن جوں جوں قیامت قریب آتی جا رہی ہے شیطان کا فتنہ نئے نئے انداز میں بڑھتا جا رہا ہے۔ ایسے میں ایمان عزت اور نیکی کی حفاظت کی ذمے داری ہماری ماؤں پر بڑھتی جا رہی ہے اور یہ سوچنے کی بات ہے کہ اللہ نے جنت اسی ماں کے قدموں کے نیچے رکھی ہے اور یہ ذمے داری اللہ نے عورت کو اس لیے دی ہے کہ اس خالق نے عورت کی خصلت میں وفا، ایثار، قربانی، صبر، برداشت کوٹ کوٹ کر بھرا ہے۔ اپنی حکمت سے وہ بچے کی سرشت میں دین، اخلاق اور انسانیت بھر سکتی ہے۔ ایک ماں بچے کو بولنا آنے سے پہلے سے اس سے مخاطب ہو اور بہترین الفاظ اور تمیز و تہذیب کے انداز سے بات کرتی ہے تو جب بچہ بولنا سیکھتا ہے تو اسی انداز میں مخاطب ہوتا ہے۔

مگر افسوس! اس سب کے برعکس آج مائیں بچوں کی تربیت میں کوئی دلچسپی نہیں لیتیں۔

یہ نہایت تلخ لیکن سچی حقیقت ہے جس سے ہم منھ نہیں موڑ سکتے کہ آج خواتین کے ساتھ ہونے والی بدسلوکیوں، زیادتیوں اور بے عزتیوں کے لیے مائیں ذمے دار ہیں، جو ایک جانب تو اپنے بیٹوں کو لڑکی یا عورت کی عزت کا سبق نہیں دیتیں۔ نہ بیٹیوں کے لباس ان کے حلیوں اور ان کی حرکات کی فکر کرتی ہیں۔

ضرورت ہے کہ ہماری مائیں بچوں/بچیوں کی تعلیم کے ساتھ ان کی اخلاقی تربیت پر بھی توجہ دیں۔ ہم ماں ہیں۔ اللہ نے جنت ہمارے قدموں میں رکھی ہے تو یہ نعمت اتنی آسانی سے نہیں ملنے والی۔ اپنی ذمہ داریوں اور فرائض کو پہچاننا ہوگا۔ اپنی گود میں پلنے والی نسلوں کو معاشرے اور انسانیت کے لیے مفید بنانا ہوگا۔ اللہ نے عورت کو وہ منصب و طاقت دی ہے جس کا کوئی ثانی نہیں۔

جس کے ہیں زیر قدم فردوس کی رعنائیاں
جس کا سایہ واقعی ظل ہما سے کم نہیں
اپنی بخشش اپنی نیکی اپنی عظمت کے طفیل
جو خدا تو خود نہیں لیکن خدا سے کم نہیں
ایسی ہستی ہے اگر کوئی تو زیر آسماں
صرف ماں، صرف ماں صرف ماں

■

**Dr. Rabab Anjum**
Asst Prof. Moradabad Muslim Degree College
Moradabad - 244001 (UP)

سفینہ سماوی

# ماں: کڑی دھوپ میں گھنا سایہ

**ماں** ایک ایسا لفظ ہے جس کے بارے میں سوچتے ہی ذہن میں محبت کرنے والی، پُر خلوص، ہمدرد اور سکون عطا کرنے والی شخصیت کا احساس ہوتا ہے۔ ماں کا رشتہ دنیا کا سب سے عظیم اور پیارا رشتہ ہے وہ ان معنوں میں بھی کہ ایک اولاد کا اس کی ماں سے رشتہ تب سے بن جاتا ہے جب وہ اس دنیا میں قدم بھی نہیں رکھتا۔ اولاد کے لیے ماں کی اہمیت اس دنیا میں سب سے زیادہ ہوتی ہے۔ ایک ماں ہی ہوتی ہے جو بچے کی محبت میں اپنا دکھ درد بھول جاتی ہے اور اپنی زندگی، خواہشات اور ضرورت سے زیادہ اپنے بچے پر توجہ صرف کرتی ہے۔ ماں ایک ایسی عظیم ہستی ہے جو اپنے بچوں پر محبتوں کے خزانے لٹاتی رہتی ہے اور ان سے بے لوث محبت کرتی ہے۔ اس کی محبت بچوں کے لیے ہمیشہ قائم رہتی ہے جو کبھی نہ کم ہوتی ہے اور نہ ہی ختم ہوتی ہے۔ بچہ ہزار غلطیاں بھی کرتا ہے تب بھی ماں اس کی تمام غلطیوں کو معاف کر کے اسے گلے سے لگا لیتی ہے۔ دنیا میں ماں ہی واحد ہستی ہے جو خود بھوکی سو جاتی ہے لیکن اپنے بچوں کا پیٹ بھرتی ہے۔ جب جب کڑی دھوپ ہوتی ہے، ماں اپنے بچوں کے لیے سایہ دار درخت بن جاتی ہے۔ جب راستے کانٹوں سے بھرے ہوتے ہیں تو ماں ان راستوں سے کانٹوں کو چن لیتی ہے۔ اولاد جب بھی تکلیف میں ہوتی ہے، ماں کو اس کا احساس ہو جاتا ہے اور وہ بغیر اولاد کے اظہار کے ہی اس کی تکلیف سے پریشان ہو جاتی ہے، اس کی تکلیف دور کرنے کی کوشش کرتی ہے اور اس کے لیے دعا کرتی ہے۔ ماں نہ تو کبھی احسان جتاتی ہے نہ کبھی اپنی محبتوں کا صلہ مانگتی ہے بلکہ بے غرض اپنا پیار نچھاور کرتی رہتی ہے۔ غرض کہ ماں سے زیادہ محبت و شفقت کرنے والی دوسری ہستی اس دنیا میں پیدا نہیں جس کی محبت پر ہر اولاد فخر کر سکتی ہے۔ ایک شاعر نے ماں کی عظمت پر لکھا ہے۔

گردشیں لوٹ جاتی ہیں میری بلائیں لے کر
گھر سے جب نکلتا ہوں ماں کی دعائیں لے کر

ماں صرف اپنی اولاد کی پرورش کی ذمے داری نہیں قبول کرتی بلکہ اس کے علاوہ وہ پورے کنبے کا خیال رکھتی ہے۔ ماں گھر کی ساری ذمے داریاں خود پوری کرتی ہے اور زیادہ کام کی وجہ سے اسے دیر رات تک جاگنا بھی پڑتا ہے لیکن وہ اپنی نیند اور آرام کا خیال کیے بغیر کام کرتی ہے۔ صبح وہ سب سے پہلے جاگتی ہے۔ چاہے ٹھنڈ ہو یا گرمی یا برسات وہ کسی موسم میں پریشان نہیں ہوتی بلکہ اپنے فرض کو ہمیشہ پورا کرتی ہے۔ وہ صبح صبح جاگ کر گھر کے لوگوں کے لیے ناشتہ پکاتی ہے۔ وہ اپنے بچوں کو اسکول جاتے وقت اور اپنے شوہر کو آفس یا کام پر جاتے وقت کھانے کا ڈبہ (Lunch Box) دیتی ہے۔ بچوں کے اسکول سے واپس آنے پر وہ ان کو کھانا کھلاتی ہے، آرام

کراتی ہے اور پھر پڑھاتی بھی ہے۔ وہ بچوں کو پارک بھی گھمانے لے جاتی ہے اور ان کے ساتھ کھیلتی ہے۔ اگر دیکھا جائے تو گھر کے ہر فرد کی زندگی اس گھر میں موجود عورت یعنی ماں کی وجہ سے ہی آسانی سے چلتی ہے۔ ماں کے بغیر ایک پُرسکون گھر اور زندگی کا تصور نہیں کیا جا سکتا ہے۔

ماں کی عظمت کا ایک قصہ بجلی ایجاد کرنے والے سائنس داں تھامس اَلوا ایڈیسن (Thomas Alva Edison) کی ماں سے منسلک ہے۔ بچپن میں جب وہ اسکول جایا کرتے تھے تو انھیں کتابی پڑھائی سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ان کے پڑھائی میں کمزور ہونے کی وجہ سے ان کے اساتذہ ان سے بہت پریشان تھے۔ ایک دن جب وہ اسکول سے گھر آئے تو ان کے ہاتھ میں ایک خط تھا جو ان کے استاد نے ان کی ماں کو لکھا تھا۔ ایڈیسن نے وہ خط خوشی خوشی اپنی ماں کو دیا اور ان سے پڑھنے کے لیے کہا۔ ماں نے جب وہ خط پڑھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اس خط میں لکھا تھا کہ ''آپ کا بچہ دماغی طور سے بیمار اور کمزور ہے اس اسکول میں اس کے لیے جگہ نہیں ہے۔ اسے دماغی طور سے معذور بچوں کے اسکول میں داخل کرائیں۔'' جب ایڈیسن نے پوچھا کہ اس خط میں کیا لکھا ہے تو ماں نے بآواز بلند خط کو پڑھ کر سنایا کہ اس میں لکھا ہے ''آپ کا بچہ بہت ہوشیار اور تیز دماغ کا ہے اس کو پڑھانے کے لیے ہمارے اسکول میں قابل اساتذہ نہیں ہیں کیونکہ ہمارا اسکول چھوٹا ہے۔ اس کو کسی بڑے اسکول میں داخل کریں یا خود پڑھائیں۔'' یہ سن کر تھامس اَلوا ایڈیسن کو خود پر بہت فخر محسوس ہوا اور انھوں نے آگے کی پڑھائی اپنی ماں کی زیرِ نگرانی شروع کی۔ کئی سال کے بعد جب ایڈیسن کی ماں کا انتقال ہو گیا تو الماری کی صفائی کرتے وقت انھیں وہ خط ملا جو استاد نے ان کی ماں کے لیے دیا تھا۔ جب اس خط کو ایڈیسن نے پڑھا تو ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے کیونکہ اگر اس وقت ماں نے انھیں سچائی بتا دی ہوتی تو وہ مایوس ہو جاتے اور کبھی آگے نہیں بڑھ پاتے۔ یہ ان کی ماں کے حوصلہ افزا الفاظ ہی تھے جنھوں نے انھیں ایک کامیاب سائنس داں بنایا تھا۔ اس طرح ایک ماں کے ذریعے بولے گئے حوصلہ بخش جملے نے ایک بچے کی زندگی کو بدل دیا۔

ماں کی خدمت کرنا ایک عبادت ہے۔ ماں ایک ایسی نعمت ہے جسے خدا نے ہمیں عطا کیا ہے۔ ہم سبھی کو چاہیے کہ ہم اپنی ماں کی عزت و احترام کریں اور ان کے فرمانبردار بنیں۔ ماں کا نعم البدل کوئی دوسرا نہیں ہو سکتا۔ بغیر ماں کے دنیا میں کچھ بھی نہیں ہے۔ پیارے نبی حضرت محمدؐ سے ایک دفعہ ایک شخص نے پوچھا کہ ''میرے حسن سلوک کا سب سے زیادہ مستحق کون ہے؟'' آپؐ نے فرمایا کہ ''تمھاری ماں''۔ اس شخص نے پوچھا ''اس کے بعد کون؟'' آپؐ نے فرمایا ''تیری ماں''۔ اس شخص نے پھر پوچھا ''اس کے بعد کون؟'' آپؐ نے فرمایا ''تمھاری ماں''۔ آپؐ کے تین بار ایک ہی جواب دینے سے معلوم ہوا کہ ماں کی عظمت اور بلندی کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ کیونکہ ماں وہ ہستی ہے جس کی وجہ سے بچے کا وجود ہے۔

جب بچہ دنیا میں آتا ہے تو پہلی بار وہ جس ہستی سے متعارف ہوتا ہے وہ اس کی ماں ہی ہوتی ہے۔ ماں کی گود میں آتے ہی روتا ہوا بچہ پُرسکون ہو جاتا ہے۔ ماں کی نرم و نازک آغوش میں بچوں کو جو سکون ملتا ہے وہ کہیں اور نصیب نہیں ہو سکتا۔ ماں کی گود بچے کی پہلی درسگاہ ہوتی ہے جہاں سے وہ بہت ساری بنیادی باتیں سیکھتا ہے۔ ماں ہی اسے چلنا، بولنا، کھانا، پڑھنا، ادب و تہذیب اور زندگی جینے کے بنیادی اصول سیکھنے میں مدد کرتی ہے۔ ماں جب اپنے بچوں کی پرورش کرتی ہے تو اسے زندگی گزارنے کا سلیقہ سکھاتی ہے۔ زندگی

کے ہر مشکل وقت میں ماں ہی بچوں کے ساتھ ہوتی ہے۔ بچوں کا کوئی بھی امتحان ہو، ماں ان کے ساتھ جاگتی ہے اور ان کی تیاری کراتی ہے۔ جب تک بچہ سب کچھ سیکھ نہیں جاتا ماں اس کے ساتھ بیٹھی رہتی ہے۔ بچوں کے کھانے پینے اور ان کی تمام ضروریات کا خیال ماں جس قدر اچھے طریقے سے رکھتی ہے اس کا بدل کوئی نہیں ہوسکتا۔ بچے کو جب چوٹ لگتی ہے تو ماں ہی اس کے زخم پر مرہم لگاتی ہے۔ بچے کو جب بھوک لگتی ہے تو وہ اسے من پسند کھانا بنا کر دیتی ہے۔ ماں کی قربانیاں اپنی اولاد کے لیے ہوتی ہیں اور وہ انھیں ہر مقام پر کامیاب اور خوش دیکھنا چاہتی ہے۔ عملی زندگی میں جب بچہ قدم رکھتا ہے تو ماں ہی اسے وہ حوصلہ عطا کرتی ہے جس کے ذریعے وہ آگے بڑھتا ہے۔ یعنی کہ ماں ہی وہ پہلی ہستی ہے جو بچوں کو حوصلہ بخشتی ہے اور اسے زندگی میں کامیابی حاصل کرنے میں مدد کرتی ہے۔ ایک شاعر نے ماں کی عظمت کے بارے میں لکھا ہے۔

ابھی زندہ ہے ماں میری مجھے کچھ بھی نہیں ہوگا\
میں گھر سے جب نکلتا ہوں دعا بھی ساتھ چلتی ہے

ماں ایک ایسی ہستی ہے جو اپنی اولاد کے لیے خود تمام تر مشکلات کا سامنا کرنے کی ہمت رکھتی ہے۔ ماں کی ممتا انمول ہوتی ہے۔ کوئی اولاد جتنا بھی چاہے اس کی ممتا اور پیار کا قرض نہیں اتار سکتی۔ کہا جاتا ہے کہ دنیا میں خدا نے ہر انسان کی حفاظت کے لیے ماں کے روپ میں ایک انمول تحفہ عطا کیا ہے جو اس کا تحفظ کر سکے، برے وقت میں اس کے ساتھ کھڑی رہ سکے اور اسے صحیح غلط میں فرق کرنا سکھائے تاکہ بچوں کی زندگی آسانی سے گزر جائے۔ ماں اپنی اولاد کو ہمیشہ حق کے راستے پر چلنے کی نصیحت کرتی ہے۔ اس نے ہمیشہ سکھایا کہ ادب وتہذیب کا دامن کبھی نہیں چھوڑنا ہے اور بڑوں کا احترام کرنا ہے۔ ماں نے سکھایا کہ بزرگوں اور اساتذہ کی فرمانبرداری کرنی چاہیے اور چھوٹوں سے محبت سے پیش آنا چاہیے۔ بچہ دنیا میں کتنا بھی تعلیم یافتہ ہو جائے اسے ہر قدم پر ماں کے ساتھ اور دعاؤں کی ضرورت پڑتی ہے کیونکہ ماں بچے کی پہلی استانی ہوتی ہے اور بنیادی تعلیم ماں سے ہی حاصل کرکے بچہ آگے بڑھتا ہے اور زندگی جینے کا فن سیکھتا ہے۔

ماں کی عظمت اور عزت واحترام کا ذکر ہر جگہ ملتا ہے۔ خالق کائنات نے بھی والدین (ماں اور باپ) کی خدمت اور ان کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ جو بچے ماں باپ کی نافرمانی کرتے ہیں اور ان کے ساتھ بدتمیزی کرتے ہیں وہ بڑے گنہگار ہیں۔ ان بچوں سے خدا ناراض ہوجاتا ہے اور انھیں سزا دیتا ہے۔ بچوں کو چاہیے کہ والدین (ماں اور باپ) کی خدمت وعزت کریں اور ان کے فرمانبردار بنیں۔ ماں کا کہا ماننا بچوں کو ہزار مصیبتوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ جو بچے ماں باپ کی بات مانتے ہیں خدا ان سے خوش ہوتا ہے اور ان کی ساری مشکلوں کو آسان کر دیتا ہے۔ پیارے بچو! آپ سبھی کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ کی عزت کریں اور وہ جو بھی باتیں آپ کو سمجھاتے ہیں انھیں غور سے سنیں اور یاد رکھنے کی کوشش کریں۔ اس کے بعد ان پر عمل کریں تاکہ آپ کے ماں باپ آپ سے خوش اور راضی رہیں۔ جب ماں باپ خوش ہوں گے تو خدا بھی آپ سے خوش ہوگا۔ ماں باپ کی رضا اور ان سے ملنے والی دعائیں اور ہدایتیں ساری زندگی آپ کے کام آئیں گی اور آپ ہمیشہ کامیاب رہیں گے۔

■

**Dr. Safina Samavi**
B-213, G.T.B. Nagar, Kareli
Allahabad - 211016
Email: safinasamavi23@gmail.com

# میری اماں اور میری کامیابی

**آج سے** چھ سال بعد پھر سے کچھ لکھنے کی خواہش ہوئی۔ اصل میں بات ہی کچھ ایسی ہوئی کہ پیارے بچوں کے نام کچھ لکھنا واجب ہو گیا تھا۔

جو بھروسہ ہمارے والدین ہم پر کرتے ہیں، جو خوبیاں، خامیاں ہمارے والدین ہمارے اندر دیکھتے ہیں، شاید ہی وہ کوئی اور دیکھ سکتا ہے۔ ہماری کامیابی اسی وقت یقینی ہو جاتی ہے جب ہمارے والدین ہم پر بھروسہ دکھاتے ہیں۔

پپا کی خواہش تھی کہ میں بھی اپنی زندگی میں ان کی طرح گورنمنٹ جاب کروں۔ آج بھی اسکول کا پہلا دن یاد ہے جب پپا چھوڑنے آئے تھے اور کہنے لگے کہ میری بیٹی بہت پڑھے گی اور میری طرح گورنمنٹ جاب کرے گی۔ ان سب کی زیادہ سمجھ تو نہیں تھی، لیکن بس سوچ لیا تھا کہ پپا کی خواہش پوری کرنی ہے۔ اب یہی میری خواہش تھی۔

حالانکہ یہ سب کیسے ہوگا، کس طرح ہوگا، کچھ بھی نہیں سمجھتی تھی اور واقعی یہ سب سمجھنے سے پہلے یا پھر یوں کہہ لیجیے کہ دنیا داری کی سمجھ آنے سے پہلے ہی میرے پیارے پپا 29 جنوری 2015 کو مجھے چھوڑ کر اللہ کو پیارے ہو گئے۔ (اللہ ان کی مغفرت فرمائے، آمین)!

ابو کے جانے کے بعد کا جو عرصہ تھا وہ بہت دشوار تھا۔ اللہ کا کرم ہے کہ معاشی حالات ہمیشہ سے ہی بہت اچھے رہے ہیں ہمارے۔ بس کمی تھی تو مورل سپورٹ کی۔

ان سب میں ممی کا رول بہت خاص رہا ہے۔ وہ ہمیشہ سپورٹ کرتی ہیں۔ سبھی چیزوں کو سنبھالتے ہوئے پڑھائی مکمل کی، لیکن پھر بھی اس مقابلے کے دور میں اور خاص کر وہاں سے جہاں پر گورنمنٹ جاب کا دور دور تک کوئی تصور بھی نہیں کرتا تھا، اس ضد کو، اس خواہش کو اپنے اندر جگائے رکھنا کافی مشکل کام تھا اور خاص کر ایک لڑکی کے لیے تو بہت دشواریاں ہوتی ہیں۔ سب کو لگتا تھا کہ کچھ نہیں ہو پائے گا لیکن میری ماں نے ہمیشہ بھروسہ دکھایا کہ "نہیں بیٹا تو کر سکتی ہے۔ تجھے جو بھی سپورٹ چاہیے میں کروں گی۔ بس تو کوشش جاری رکھ۔"

B.ed بھی پوسد سے مکمل ہوا۔ امتحان کے لیے می ساتھ آتی تھی۔ کبھی اف تک نہیں کرتی تھی۔ گرمی کے موسم میں Exam Center پر چار چار گھنٹے گزارنا ان کے لیے بہت مشکل ہوتا تھا۔ اس کے بعد نوکری کے امتحان شروع ہوئے۔ امتحان کا سینٹر اکثر 100-40 کلومیٹر دور ملتا تھا۔ ناندیڑ، ایوت محل، امراؤتی اور کبھی ناگپور۔ می وہاں بھی ساتھ آتی۔ اس طرح یہ محنت می کی محنت بن گئی۔ میں نے تو صرف 8-6 گھنٹے پڑھائی کی لیکن می تو ہر پل امتحان دے رہی تھی، کبھی لوگوں کے سوالوں کا، کبھی بیٹی پر بھروسہ بنائے رکھنے کا، کبھی امتحان کے لیے دور دور جا کر وہاں سارا سارا دن باہر انتظار کرنے کا۔

اور آج میری ماں اس امتحان میں کامیاب ہوگئی۔ ان کی بیٹی کا پونہ مہانگر پالیکا میں سلیکشن ہوگیا۔

ایک ایک مارک سے رزلٹ جاننے کے بعد آج جو بھی کامیابی ملی ہے یہ کامیابی صرف امی کی ہے۔

والدین کی اس خواہش کو پورا کر کے بہت اطمینان محسوس کر رہی ہوں۔ اس کامیابی کی اصل حقدار میری والدہ ہی ہیں۔ زندگی کے ہر قدم پر پپا کی کمی کو بہت محسوس کرتی ہوں، لیکن اس کمی کو پورا کرنے کی کوشش می نے ہمیشہ سے ہی کی ہے۔

ماں کے تعلق سے جتنا کہا جائے کم ہے۔ بس یہی کہنا چاہوں گی کہ ہماری ماں ہم کو ہم سے بھی زیادہ سمجھتی ہے۔ وہ ہماری خواہشوں کو اپنی خواہش بنا کر جینے لگتی ہے۔

اللہ ہمارے سروں پر ہمارے والدین کا سایہ ہمیشہ برقرار رکھے!

■

**Fatemunnisa Liyaquatullah Khan**
Shah Colony, Nanded Road, Umarkhed
Distt.: Yavatmal - 445206 (Maharashtra)

## Subscription Form "Bachon Ki Duniya"

## سالانہ خریداری فارم

میں بچوں کی دنیا' کا رکن سالانہ خریدار بننا چاہتا/چاہتی ہوں۔

100 روپے کا ڈرافٹ/منی آرڈر........................... تاریخ..........................................

بنام National Council for Promotion of Urdu Language منسلک ہے۔

میں نے زر تعاون سالانہ -/100 روپے A/C: 90092010045326، IFSC: CNRB0019009

میں جمع کروا دیا ہے۔

آپ 'بچوں کی دنیا' ایک سال کے لیے اس پتے پر بھجوائیں:

نام : ..............................................................................

پتہ : ..............................................................................

..............................................................................

..............................................................................

اس فارم کو درج ذیل پتے پر بھیج دیں:

Sales Department: NCPUL, West Block 8, Wing7, RK Puram, New Delhi - 110066

فون: 011-26109746 فیکس: 011-26108159، Email.: magazines@ncpul.in

دستخط

خلیق الزماں نصرت

# ٹیڑھی دم

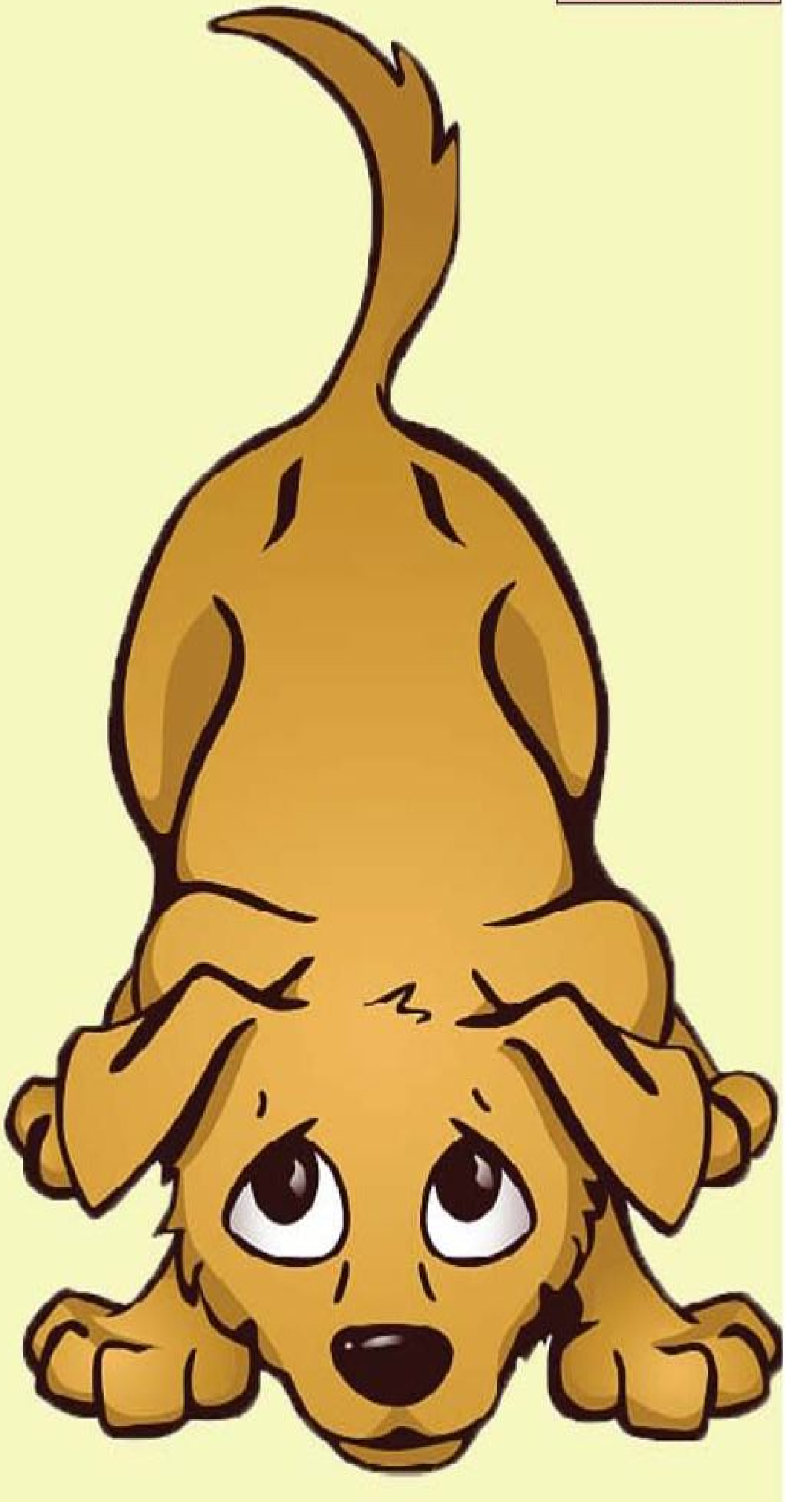

شان قدرت ہے یہ بچو!
ایک حقیقت ہے یہ بچو!
اپنے پرکھوں کی یہ کہاوت
مدت سے ہے لیے صداقت
ہوتی ہے کتے کی دم ٹیڑھی
کوئی نہیں کرسکتا سیدھی
اہل جہاں دیتے ہیں مثال
رکھتی ہے ایسا یہ کمال
چاہے جیسا اس کو دبائیں
لیکن سیدھی کر نہ پائیں
ووٹ کی خاطر سیانا لیڈر
بولا پائپ میں دم رکھ کر
پانچ دنوں میں ہوگی سیدھی
لوگوں نے انہونی دیکھی
پانچ دنوں میں ایسا ہوگیا
پائپ بھی دم جیسا ہوگیا
چاند پہ جانے والے تو ہی
کتے کی دم کردے سیدھی
دنیا والے ہار نہ مانیں
بھید خدا کے کیسے جانیں

■

**Khaleequzzaman Nusrat**
Flat Bio.15/4..B 1st Floor,
Sai Nagar Colony,Bhiwandi- 421302
Mumbai (Maharashtra)
Mob.: 9923257606

راحت مظاہری

# بچوں کی لوریاں

### لوری نمبر1

عبدو میاں کا راج دُلارا
نیل گگن کا روشن تارا
جس بچے کا نام انابت
چھوٹے، بڑوں کا سب کا پیارا
بیماری، کہ بھوک لگی ہو
رونا اس کا خاص اشارہ
روئی کے جیسا نرم ملائم
ماں کی نظر میں پھر بھی وارا

### لوری نمبر2

اللہ کی یہ شان نرالی
نسل ہے اپنی سب کو پیاری
ہر حیواں کو اس سے لگاؤ
دیکھے انساں باری، باری
چوزوں کو وہ ساتھ میں رکھتی
مرغی میں بھی یہ ہشیاری
پیارے رہیں گے یونہی بچے
دنیا ہے یہ جب تک جاری

■

**Dr. Rahat Mazahiri**
3/18-A-1, Street No.: 8
Giruduwara, Mohalla,Maujpur
Delhi- 110053,Mob.: 9891562005

# نیم کا پتہ

محمد وزیر عالم

چکھنے میں تو کڑوا ہے بڑا نیم کا پتہ
لیکن ہے فوائد سے بھرا نیم کا پتہ
اس نیم کے درخت کی بابت نہ پوچھیے
ہے درجنوں مرضوں کی دوا نیم کا پتہ
ہم لوگ کریں نیم کے پتے کا استعمال
سوکھا ہو یا مل جائے ہرا نیم کا پتہ
جلدی بیماری کے لیے ہے نیم اک اکسیر
اس مرض سے دیتا ہے شفا نیم کا پتہ
گرمی میں نکلتے ہوں اگر پھوڑے پھنسیاں
کچھ روز صبح اٹھ کے چبا نیم کا پتہ
ہیں خون صاف کرنے کی جتنی بھی دوائیں
بہتر ہے ان میں خون صفا نیم کا پتہ
کیڑوں سے بھی کرتا ہے اناجوں کی حفاظت
انبار میں غلے کے رکھا نیم کا پتہ
ہے نیم کے درخت کا ہر حصہ کام کا
ہو چھال، نبولی، تنا یا نیم کا پتہ
مسواکوں میں بہتر ہے سب سے نیم کی مسواک
اور پیڑ کے پتوں میں بھلا نیم کا پتہ

■

**Md. Wazeer Alam**
Madrasa Rahmatul Uloom
Naukatola, Hardiya, Raxaul
East Champaran - 845305 (Bihar)

تبسم سحر

نظم

# اچھا لڑکا

احمد اچھا لڑکا ہے
چھوٹے بڑے کو بھاتا ہے
روز سویرے اٹھتا ہے
رب کو سجدہ کرتا ہے
لڑتا ہے نہ جھگڑتا ہے
سب سے ہنس کر ملتا ہے
دل سے پڑھائی کرتا ہے
اچھے نمبر پاتا ہے
جب بھی دیں آواز اسے
دوڑا دوڑا آتا ہے
بچوں کو اور بوڑھوں کو
رستہ پار کراتا ہے
خدمت کا ہے شوق اسے
سب کی دعائیں پاتا ہے
جب بھی ضرورت پڑتی ہے
ماں کی خدمت کرتا ہے
پڑھ کر 'بچوں کی دنیا'
اوروں کو بھی پڑھاتا ہے
خوش ہے اس سے ہر ساتھی
اس کا وعدہ، وعدہ ہے
کام جو آئے ہر اک کے
احمد ایسا جھرنا ہے
اس کے ہی گن گائے سحر
احمد ایسا لڑکا ہے

■

**Tabassum Sahar**
Novel Heights-12
Near Delta Royal
Satvik Nagar, Pakhal Road
Nashik - 422011 (Maharashtra)
Mob.: 8888315124

# بچوں کی دنیا

بہت خوبصورت ہے بچوں کی دنیا
کہ دنیا میں جنت ہے بچوں کی دنیا

یہاں نفرتوں کی جگہ ہی نہیں ہے
محبت ہے چاہت ہے بچوں کی دنیا

محبت، خلوص اور وفا سے عبارت
سراپا عبادت ہے بچوں کی دنیا

یہاں کوئی روتا نہیں چھوڑا جاتا
مروت ہے رحمت ہے بچوں کی دنیا

یہاں پڑھنے لکھنے کی دھن ہے ہراک کو
کتابوں سے زینت ہے بچوں کی دنیا

حسد کا گزر ہے نہ کینہ ہے دل میں
بس الفت ہی الفت ہے بچوں کی دنیا

دلوں میں امنگ اور نئے حوصلے ہیں
فلک جیسی رفعت ہے بچوں کی دنیا

یہاں جھوٹ اور مکر کا منہ ہے کالا
صداقت، امانت ہے بچوں کی دنیا

کہیں ہم کو مل جائے بس جائیں جاکر
یہی شاد حسرت ہے بچوں کی دنیا

■

**Mohd Rafe Shaad Azmi Nadwi**
Teacher Jamia Islamia Muzaffarpur
Azamgarh - 276302 (UP)
Mob.: 9935628735

کلیم رہبر

# اچھا بچہ

مجھ کو لکھنا پڑھنا ہے
جہاں میں آگے بڑھنا ہے

نئی کاپی، قلم لاؤ
کتابیں مجھ کو دلواؤ

صبح جلدی اٹھوں گا میں
سبق اپنا پڑھوں گا میں

نہ امی کو ستاؤں گا
نہ ابو کو بلاؤں گا

نہیں مانگوں گا موبائل
نہیں کھیلوں گا موبائل

بڑوں کا حکم مانوں گا
میں ان کی قدر جانوں گا

سبھی مجھ کو بلائیں گے
گلے مجھ کو لگائیں گے

بنوں گا دوست میں اچھا
بنوں گا نیک اور سچا

■

**Kaleem Rahbar**
Chikhli Road, Amdapur
Distt.: Buldana - 444301 (Maharashtra)
Mob.: 9767125832

حامد حسین

# پنکھا

دیکھو میں اک پنکھا ہوں
چھت سے لٹکا رہتا ہوں
تین ہیں پر میرے جن سے
ہردم چلتا رہتا ہوں

گرمی سے میں لڑتا ہوں
ٹھنڈی ہوائیں دیتا ہوں
ہر گھر محنت کرکر کے
سب کے دل کو بھاتا ہوں

بچے بوڑھے اور جوان
سب کی خدمت کرتا ہوں
سردی کے دن آئیں جب
چھٹی پر میں جاتا ہوں

بجلی گر کٹ جائے تو
سوچ میں میں پڑجاتا ہوں
سب کو محنت کا پیغام
جاتے جاتے دیتا ہوں

بجلی کے آتے ہی فوراً
کام پہ اپنے لگتا ہوں

■

**Hamid Hussain**
H Block Bulding Bo.78/5, Ground Floor
Batla House, Jamia Nagar
New Delhi - 110025
Mob: 9570530961

رئیس صدیقی

# میں غانم المفتاح ہوں

**الخیر** دوحہ میں قطر کے ایک خوش نصیب شہری، میرے والد، محمد المفتاح میری پیاری اور نہایت مہربان ماں، ایمان احمد سے یہ جان کر بہت خوش ہوئے کہ میں بہت جلد اللہ کی تخلیق کردہ بہترین مخلوقات کی دنیا میں آنے والا ہوں۔

اس خوش خبری پر دونوں نے اللہ کا شکر ادا کیا۔ ان کے دن خوشی اور سنہری امیدوں کے ساتھ گزر رہے تھے کہ ان کے گھر میں ایک صحت مند بچہ پیدا ہونے والا ہے۔ تبھی طبی چیک اَپ کے دوران ڈاکٹر کو پتہ چلا کہ میری ماں کے بطن میں جڑواں بچے پل رہے ہیں۔ ایک بچے کے بجائے جڑواں بچوں کی یہ مسرت آمیز خبر سن کر میری ماں اور والد، دونوں خوشی سے جھوم اٹھے۔ انھوں نے اللہ کی اس بہترین نعمت کا شکر ادا کرنے کے لیے سجدہ کیا۔

لیکن، بہت جلد یہ خوشی غم کے اندھیروں میں ڈھل گئی جب ڈاکٹر نے میرے والدین کو اسقاط حمل کا مشورہ دیا۔ ڈاکٹر نے اس کی وجہ یہ بتائی کہ آپ کا ایک بچہ Caudal Regression Syndrome (CRS) کا شکار ہے، یہ ایک ایسی جسمانی تکلیف ہے جو ہر ساٹھ ہزار زندہ بچوں کی پیدائش میں سے صرف کسی ایک کو ہوتی ہے۔ یہ ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے کی نشوونما کو متاثر کرتی ہے، جس سے بچنے کے امکانات نہیں کے برابر ہوتے ہیں۔

دوسرے لفظوں میں، یہ ایک پیدائشی جسمانی تکلف ہے جس میں ریڑھ کی ہڈی کے نچلے حصے کا کاڈل ڈویژن ساری زندگی ٹانگوں کے بغیر، جسم کے نچلے حصے کے بغیر، گزارنی پڑتی ہے۔

یہ بچہ میں ہوں۔ مجھے صرف ہاتھ کی مدد سے چلنا پھرنا ہے، لیکن خوش قسمتی سے، دوسرا جڑواں بچہ، میرا جڑواں بھائی، مکمل طور پر صحت مند ہے۔

اس افسوسناک خبر کو سن کر کچھ رشتے داروں اور دوستوں نے میری والدہ کو میرا اسقاط حمل کرنے کا مشورہ بھی دیا کیونکہ ان کا خیال تھا کہ اس سے مجھے اور میری والدہ کو مستقبل میں ہونے والی تکلیفوں سے نجات ملے گی۔

لیکن میرے والد اور والدہ، دونوں نے میرا اسقاط حمل نہ کرنے کا فیصلہ کیا اور انھوں نے اسے اللہ کی مرضی سمجھا۔ ان کا یہ بھی خیال تھا کہ یہ اسلامی اخلاقیات کے خلاف ہے۔

ماں اور باپ دونوں ہر وقت میری مدد کے لیے تیار رہنے پر راضی ہو گئے اور انھوں نے ایک آواز میں عزم کے ساتھ کہا ”میں اس کی بائیں ٹانگ بنوں گی اور تم آخری سانس

تک اس کی دائیں ٹانگ رہو گے۔"

اس طرح، میں، ایک معذور لڑکا ہوں، اور میرا جڑواں بھائی، ایک عام صحت مند لڑکا۔ ہم دونوں 5 مئی 2002 کو پیدا ہوئے۔

میں، کاڈل ریگریشن سنڈروم کا شکار لڑکا ہوں۔ میرا نام غانم ہے۔ یہ ایک عربی لفظ ہے، جس کا مطلب ہے خزانہ۔ اب میں ہوں غانم المفتاح اور میرا جڑواں بھائی، ایک عام صحت مند لڑکا، احمد المفتاح کہلاتا ہے۔

بہت سے اسکول مجھے داخلہ دینے کے لیے تیار نہیں تھے۔ مجھے اپنے ہم جماعتوں کی طرف سے بھی مذاق اڑانے اور ستانے کی وجہ سے بھی میرا اسکول جانا بہت مشکل تھا۔ تاہم، میری والدہ اور بھائی نے ہمیشہ مجھے تعلیم حاصل کرنے کے لیے حوصلہ افزائی کی۔ انھوں نے مجھے اپنے ہم جماعتوں سے بات کرنے، انھیں اپنی مختلف صلاحیتوں کی مالک (Differently able cummunity) برادری کے بارے میں بیداری پھیلانے کا مشورہ دیا۔

میں ایک کرشماتی مسکراہٹ، بے مثال خود اعتمادی اور دلچسپ شخصیت کے ساتھ اپنی معذوری کو قبول کرتے ہوئے اب مزید آگے بڑھ گیا ہوں۔ میں سوشل میڈیا اسٹار بن گیا ہوں اور سوشل میڈیا پلیٹ فارمز پر چالیس لاکھ سے زیادہ فالوورز کے ساتھ ایک موٹیویشنل اسپیکر بھی بن گیا ہوں۔

اگرچہ میں معذوری کی ایک غیر معمولی حالت و کیفیت کے ساتھ پیدا ہوا ہوں لیکن مجھے مثبت اور عملی قیادت کے ساتھ رکاوٹوں پر قابو پانا سیکھنا ہے، یہی چیز مجھے ایک غیر معمولی اور متاثر کن کردار بناتی ہے۔

اور اب میں سیاسیات اور بین الاقوامی تعلقات میں یونیورسٹی کی ڈگری کے لیے کوشاں ہوں اور ایک سفارت کار بننے کا خواہش مند ہوں۔ فطری طور پر، لوگ مجھ سے ویل چیئر استعمال کرنے کی توقع کریں گے، لیکن میں اپنے ہاتھوں کے سہارے چلنے پھرنے پر یقین کرتا ہوں کیونکہ میرا یقین ہے کہ مجھے ہر اس چیز کا استعمال کرنا چاہیے جو اللہ نے مجھے عطا کی ہے، بجائے اس کے کہ جو میرے پاس نہیں ہے، اس پر میں ماتم کروں۔ مجھے اپنی زندگی میں اللہ نے بہت سی نعمتوں سے نوازا ہے اور میں اپنی حقیقت کے ساتھ جینا پسند کرتا ہوں۔ اس میں مجھے خوبصورتی نظر آتی ہے۔

اپنی 15 سال کی عمر میں، میں قطر کا سب سے کم عمر تاجر

بن گیا جب میں نے اپنی والدہ کے ایک خاص فارمولے کا استعمال کرتے ہوئے، فائیو اسٹار آئس کریم، غریسا آئس کریم، لانچ کی۔ میں پودوں پر مبنی طرز زندگی کو فروغ دے کر معاشرے پر مثبت اثرات مرتب کرنے کا پرجوش طرفدار ہوں۔ میں نے 2016 میں قطر میں اپنے کاروبار Vegan Cafe, Evergreen Organics کی اپنی عجیب وغریب اور تکلیف دہ معذوری کے باوجود، میں جاں بازی والے کھیلوں میں حصہ لینے میں لطف اندوزی محسوس کرتا ہوں، جیسے اسکوباڈائیونگ، اسکیٹ بورڈنگ اور راک کلائمبنگ۔

میں ایک دن پیرالمپکس ورلڈ چیمپئن بننے کے خواب کے ساتھ بہت سے کھیلوں میں تربیت حاصل کر رہا ہوں۔ مجھے یقین ہے کہ کھیلوں میں تمام ملکوں کو متحد کرنے اور ان کے بین الاقوامی تعلقات میں مدد کرنے کی منفرد صلاحیتیں موجود ہیں۔ یہ ایک اہم سماجی بندھن کے طور پر بھی کام کرتے ہیں۔

اللہ کے فضل سے میں نے لبنان میں فلسطینی پناہ گزینوں اور دیگر فلاحی تنظیموں کے لیے بھی دس لاکھ ریال جمع کیے۔ مجھے فلاحی سرگرمیوں کے لیے قطر اتھارٹی کی طرف سے نیکی اور انسانیت کے سفیر، امیر کویت کی طرف سے امن کے سفیر اور نوجوانوں کے لیے عرب سوشل نیٹ ورکنگ کے علمبردار کے طور پر اعزاز حاصل ہے۔

اللہ مجھ پر کافی مہربان ہے۔ قطر کے بادشاہ نے مجھے فیفا ورلڈ کپ 2022 قطر کا باضابطہ سفیر بنایا۔ اس نے مجھے دنیا بھر میں مشہور ہالی ووڈ اداکار مورگن فری مین کے ساتھ اسٹیج شیئر کرنے کا شاندار موقع فراہم کیا۔ یہ سچ بتانے کا صحیح موقع تھا کہ اللہ کی بارگاہ میں ہر کوئی، خواہ وہ کسی بھی رنگ ونسل سے تعلق رکھتا ہو، اللہ کے نزدیک صرف انسان کا نیک عمل ہی اہم ہے، آدم زاد کا رنگ یا رتبہ نہیں۔ مزید یہ کہ قطر کے بادشاہ اور عوام کی طرف سے دنیا کے لیے یہ ایک دل کو چھو لینے والا پیغام ہے کہ مجھ جیسے معذور کے ساتھ بھی تمام انسانی جذبات و احساسات کے ساتھ، ایک عام انسان کی طرح برتاؤ کیا جائے۔

اپنی زندگی میں، میں نے ہر طرح کے فکر انگیز چیلنجوں پر قابو پالیا ہے۔ پھر بھی، ایک مسئلہ باقی ہے، باقاعدگی سے طبی علاج اور سرجری سے نمٹنا۔ لیکن، میں جانتا ہوں کہ اللہ پر اپنے ایمان، یقین اور لگن کے ساتھ، میں اپنے عزائم کو پورا کرنے کے لیے کامیاب ہو جاؤں گا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ یہ انسانی زندگی کی تاریخ کی ایک بہترین مثال ہے کہ میں نے قطر اور پوری دنیا کے لاکھوں لوگوں کی محبت، عزت اور تعریف وستائش حاصل کی ہے اور میں بہت سے لوگوں کے سر اس کامیابی کا سہرا باندھنا چاہوں گا۔ خاص طور پر، میرا خاندان اور میرا وطن، قطر۔

پھر بھی، میں اپنے ہی موجودہ ریکارڈز کو توڑنے اور اپنے خیر سگالی جذبات کو دل وجان سے پورا کرنے کے ساتھ ساتھ کامیابی کے راستے میں آنے والی تمام رکاوٹوں کا مقابلہ کرنے کے لیے پرعزم ہوں۔

میری کہانی سننے کے لیے آپ کا بہت بہت شکریہ جو درحقیقت، عاجزی اور فخر، غم اور خوشی، مایوسی اور امید، جدوجہد اور عزم، کوشش اور لگن، اعتماد اور بھروسہ، کامیابی و کامرانی، ہمت وقناعت اور اللہ پر یقین کامل کی عکاسی کرنے والے مختلف رنگوں سے بھری ہوئی ہے۔

■

**Rais Siddiqui**
Bungalow No: 2, Rahat Kada
14- Green Valley Enclave, Airport Road
Bhopal - 462030 (MP)
Mob.: 98101415287
Email:rais.siddiqui.ibs@gmail.com

# چاند سورج والی زبان

اقبال برکی

"کہاں جا رہے ہیں، دونوں؟ اِدھر دیکھا بھی نہیں!" ایک بولا۔

"میں بلاؤں؟ میں بلاتا ہوں!" دوسرے نے کہا اور فوراً دونوں جانے والوں کا نام لے لے کر پکارنے لگا۔ اُس نے آواز لگائی، "اے رحمان، ماجد، اے ماجد... اے رحمان..."

دونوں جانے والوں نے اس کی آواز سن لی۔ وہ پلٹ کر ان کی طرف آنے لگے۔ لیکن قبل اس کے کہ دونوں پلٹ کر انھیں دیکھتے ایک لڑکی، ترنم، پکارنے والے کو ڈانٹتی ہوئی بولی، "عامر ملک ایسے مت بول! گناہ ملے گا!"

عامر ملک اُن کو چھوڑ کر ترنم سے الجھ گیا۔ وہ بولا، "کیوں؟ گناہ کیوں ملے گا؟"

"ہاں گناہ ملے گا۔ ایسے بولنے سے گناہ ملتا ہے!" لڑکی بولی۔

"گناہ ملے گا!" عامر ملک جھلا کر اس کی نقل اتارتے ہوئے بولا، "نام بھی لو تو گناہ ملے گا! بڑی آئی ملانی کہیں کی!"

لڑکی اس کے منہ چڑانے کو نظر انداز کرتی ہوئی بولی، "ہاں ایسے بولے گا تو گناہ ملے گا۔"

"اس نے تو ان کا نام لیا ہے۔ پھر گناہ کیسے ملے گا؟" ایک دوسرا لڑکا لڑکی سے الجھ گیا۔

وہ سب تین لڑکے اور دو لڑکیاں تھیں۔ ان کی عمریں دس سے پندرہ برس کے درمیان رہی ہوں گی۔ عامر ملک نے جن دو لڑکوں کو آواز دی تھی، وہ بھی ان کے برابر ہی تھے۔ جیسے ہی دوسرے لڑکے نے عامر ملک کی حمایت کی اسی لمحے وہاں موجود دوسری لڑکی بول پڑی، "عقیل، تو بیچ میں مت بول۔ عامر ملک بول رہا ہے نا۔ چمچے کہیں کے!"

عقیل اس ریمارک پر جھلا گیا۔ وہ بپھرتا ہوا بولا، "صبا ناز، چچی ہوگی تو جبھی تو ترنم کی طرف سے چمچہ ہلانے لگی۔"

اس سے پہلے کہ اچھا خاصہ ہنگامہ ہو جاتا وہ دونوں بھی وہاں پہنچ گئے۔ آتے ہی انھوں نے سمجھ لیا تھا کہ ہمیشہ کی طرح صبا ناز اور عقیل کے درمیان لڑائی شروع ہو چکی ہے۔ دونوں سگے بھائی بہن تھے۔ عقیل بڑا اور صبا ناز چھوٹی اور اس کی پیٹھ پر کی تھی۔ دونوں کو تو بس موقع ملنا تھا۔ بات بات میں ایک

دوسرے سے الجھتے تھے اور پھر چند لمحوں بعد ہی بھول بھی جاتے تھے کہ ابھی اُن میں گھمسان کا رن پڑا تھا۔

''ان دونوں کا تو بس یہی رہتا ہے!'' آنے والوں میں سے ایک بولا۔

دوسرے نے پوچھا، ''ہوا کیا ہے؟''

پانچواں جواب تک ان کی باتیں سن رہا تھا، اس نے اپنی کھلونے والی بندوق کا نشانہ ترنم پر لگا کر ٹریگر دبا دیا اور بولا، ''ترنم بولتی ہے تم دونوں کا نام لینے سے گناہ ملتا ہے!''

اس کی بندوق سے مختلف قسم کی موسیقی کی آواز نکلی تھی اور دیر تک پرشور آواز میں بجتی رہی تھی۔

''اے جھوٹے، ندیم! میں ایسے تھوڑی بولی تھی!'' ترنم ندیم پر الٹ گئی۔

''پھر کیسے بولی تھی؟ اب ان کو بھی بول نا؟'' ندیم بولا۔

ترنم آنے والوں سے صفائی پیش کرنے لگی۔ وہ بولی، ''یہ عامر ملک تم لوگ کو رحمان اور ماجد بول رہا تھا۔''

''تو کیا ہوا؟ ہمارا نام وہی ہے۔'' عبدالرحمان ایک ایک کا چہرہ تکتا ہوا بولا۔

''نہیں میرا نام عبدالماجد ہے اور عبدالماجد ہی بولا کرو! میرے دادا بھی سب کو کہتے ہیں عبدالماجد بولو!'' عبدالماجد نے برجستہ کہا۔

''دیکھ ہے نا؟ تیرے دادا بھی بولتے ہیں نا؟ یہی تو میں بول رہی ہوں۔'' ترنم کو جیسے ایک سہارا مل گیا تھا۔

''مگر رحمان اور ماجد بولنے سے گناہ کیسے ملتا ہے؟ عامر ملک ایک بار پھر الجھ پڑا۔ صبا ناز درمیان میں بول اٹھی، ''ہاں جس کے نام کے ساتھ عبدل ہے تو لگا کر بولنا چاہیے!''

''اس کے ساتھ تو 'عبدر' لگا ہے۔'' ندیم عبدالرحمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر اشارہ کرتا ہوا بولا۔

''عبدل اور عبدر ایک ہی ہے۔'' ترنم بولی۔

''خالی نقطہ اوپر نیچے ہوتا ہے تو خلیل جلیل بن جاتا ہے۔ ان لوگ کے نام میں کتنا فرق ہے۔ عبدل اور عبدر کا۔ پھر دونوں ایک کیسے ہوئے؟'' عامر ملک بولا۔

''مجھے نہیں معلوم لیکن پھر بھی دونوں ایک ہی ہے۔'' ترنم اپنی بات پر اڑی رہی۔

ندیم بولا، ''چلو شعیب بھیا سے پوچھتے ہیں۔ وہ بارہویں پڑھتے ہیں۔''

عبدالرحمان، عبدالماجد، عامر ملک، صبا ناز، ترنم، ندیم اور عقیل سب ندیم کے گھر میں دندناتے ہوئے گھس گئے۔ کچن سے لگ کر جو کمرہ تھا شعیب اس میں پڑھائی میں مصروف تھا۔ بچوں کو گھر میں داخل ہوتے دیکھ کر شعیب کی امی دوڑی دوڑی آئی۔ وہ ان سب کو باہر ہانکنے لگی کیونکہ شعیب کی پڑھائی میں خلل ہوتا تھا۔ لیکن تب تک انھوں نے اس کے سامنے اپنا سوال رکھ دیا تھا کہ 'عبدل' اور 'عبدر' ایک ہی ہیں یا دو الگ الگ الفاظ ہیں۔ شعیب صرف اتنا ہی کہہ سکا تھا کہ دونوں ایک ہی ہیں تب تک اس کی امی وہاں آ پہنچی تھی۔ اس نے انھیں باہر کی طرف ہانکتے ہوئے کہا، ''جاؤ، جا کر جمیلہ میڈم کو پوچھو۔ وہ کالج میں پڑھتی اور اسکول میں پڑھاتی ہے۔ وہ بتا دے گی۔''

سب ایک ساتھ باہر نکلے اور غیر ارادی طور پر جمیلہ میڈم کے گھر کی طرف گھوم گئے۔ قریب ہی گلی کے نکڑ والے اونچی کرسی کے مکان میں وہ اپنی بیوہ اماں کے ساتھ رہتی تھی۔ چھوٹا محلہ تھا۔ سب ایک دوسرے سے اچھی طرح واقف تھے۔ بچے تو معصوم ہوتے ہی ہیں۔ اپنے ہمجولیوں اور ساتھیوں کے ہمراہ وہ بھی ایک دوسرے کے گھروں میں آتے جاتے رہتے ہیں۔ جمیلہ میڈم کی اماں بھی گلی کے اکثر بچوں سے اچھی طرح واقف تھی کیوں کہ لڑکی کے اسکول یا کالج چلے جانے کے بعد وہی

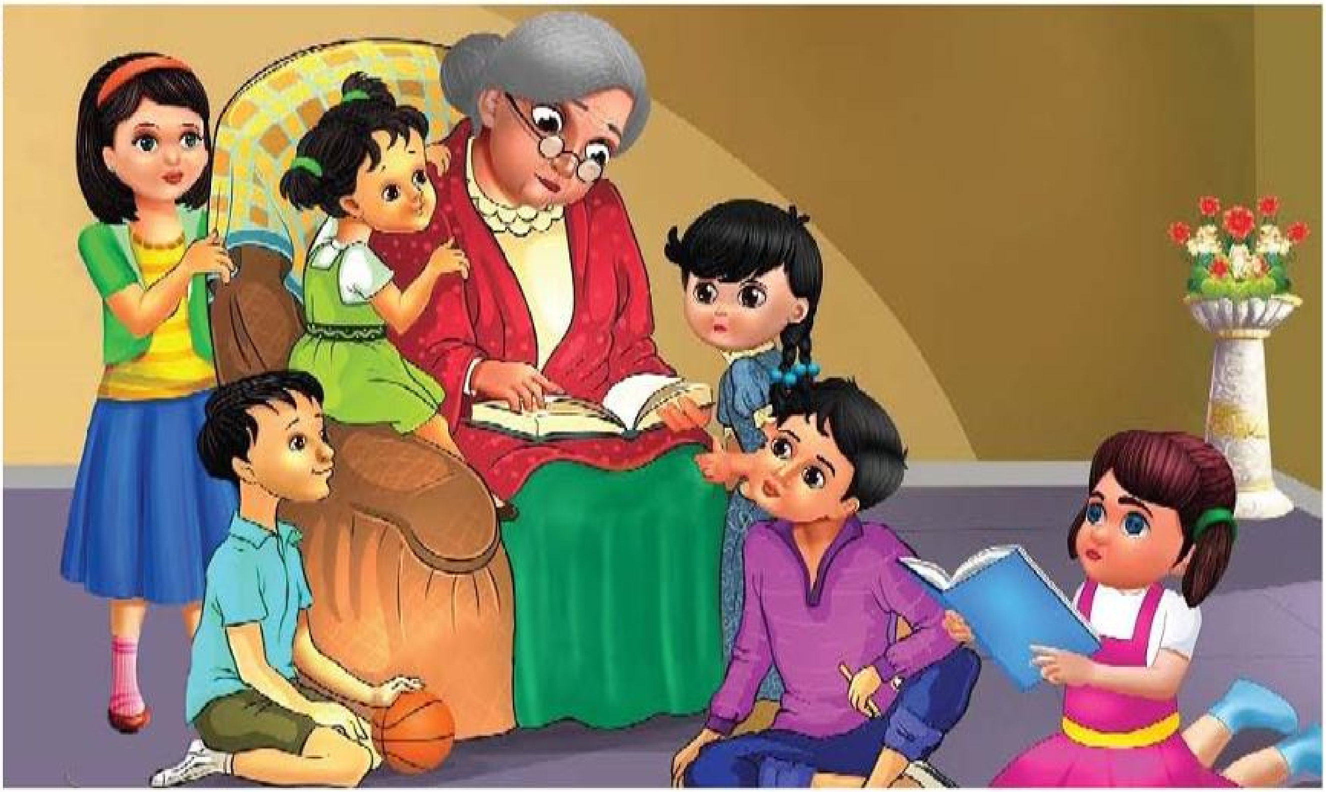

اس کا باہر کا چھوٹا موٹا کام کرتے تھے۔ اکثر چھوٹا موٹا سودا سلف بھی وہی لاتے تھے۔

استانی گھر پر ہی تھی اور کوئی کتاب پڑھ رہی تھی۔ بچے دندناتے ہوئے سیدھے اس تک چلے گئے اور چاروں طرف سے اسے گھیر کر کھڑے ہوگئے۔ اس نے کتاب بند کی۔ جب تک وہ ایک ایک کر کے سب کو دیکھتی عامر ملک بول اٹھا، ”باجی! رحمان اور ماجد کو رحمان اور ماجد بولنے سے گناہ ملتا ہے کیا؟“

”ارے، ارے! یہ تم سے کس نے کہہ دیا؟“ وہ بولی۔

”یہ ترنم، بڈھی اماں ہے نا، وہی بول رہی تھی۔“

استانی کے چہرے پر بے ساختہ مسکراہٹ پھیل گئی۔

ادھر دوسری طرف ایک بار پھر جنگ شروع ہونے والی تھی کہ صبا ناز بول اٹھی، ”جس کے نام کے ساتھ عبدل لگا ہے تو وہی بولنا چاہیے نا؟“

”مگر اس کے نام کے ساتھ تو ’عبدر‘ لگا ہے۔“ ندیم عبدالرحمان کی طرف اشارہ کرتا ہوا بولا۔

”عبدل اور عبدر... ہاہا... ہاہا... “ استانی ان کی زبان سے یہ معصومانہ فرق سن کر کھلکھلا کر ہنس پڑی اور دیر تک ہنستی رہی۔

کچھ دیر بعد وہ سنجیدہ ہو کر سب کو مخاطب کرتی ہوئی بولی، ”دیکھو تم دونوں صحیح ہو اور دونوں کی بات درست ہے۔ رحمان اور ماجد اللہ میاں کے نام ہیں۔ انسان اس کی عبادت کرتا ہے اس لیے اسے عبد کہتے ہیں۔ ہم سب اس کے بندے ہیں اس لیے ہم عبدل کہلاتے ہیں۔“

”تو عبدل اور عبدر کا مطلب بھی ایک ہی ہے؟“ عقیل بولا۔

”ہاں۔ یہ فرق صرف حروفِ شمسی اور حروفِ قمری کی وجہ سے ہے۔“ وہ بولی۔

”یہ کیا ہوتا ہے باجی؟“ صبا ناز اس کا منہ تکتی ہوئی بولی۔ ویسے ان سب کے چہرے پر یہی تاثر تھا کہ اس کی بات انھیں پلے نہیں پڑی ہے۔

”میں سمجھاتی ہوں۔“ جمیلہ میڈم بولی۔ ایک لحہ ٹھہر کر وہ پھر بولی، ”عربی زبان کا قاعدہ ہے۔ جب کسی اسم خاص کا ذکر

کرتے ہیں تو اس کے ساتھ الف لام لگاتے ہیں۔ اسی طرح دو الفاظ کو جوڑنے کے لیے بھی الف لام لگاتے ہیں۔ جیسے عبد ایک لفظ ہے لیکن رحمان اور ماجد دو الگ الگ الفاظ ہیں۔ انھیں جب الف لام سے جوڑتے ہیں تو عبدالرحمان اور عبدالماجد بنتا ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ الف لام کے بعد والا حرف اگر شمسی ہو گا تو اس کے ساتھ الف لام لکھا جائے گا لیکن اس کی آواز ختم ہو جائے گی مگر ان کے بعد والا جو حرف ہوگا وہ ڈبل ہو جائے گا۔ جیسے عبد کے بعد الف لام اور رحمان۔ تو الف لام کی آواز ختم ہوئی لیکن رے ڈبل ہو گیا۔ اس لئے ہم عبدالرحمان بولتے ہیں۔ یعنی رے شمسی حرف ہے۔ اسی طرح دیکھو میم شمسی حرف نہیں ہے اس لئے میم ڈبل نہیں ہوتا اور الف لام بھی پڑھا جاتا ہے۔ یعنی عبدالماجد۔ اس کا مطلب ہے میم قمری حرف ہے۔ شمسی اور قمری دونوں کی تعداد چودہ ہے۔'' وہ سانس لینے کے لیے رکی پھر بولی، ''جو قاعدہ عربی کا ہے وہی اردو میں بھی ہے۔ سمجھا کہ نہیں؟''

کچھ کی گردن ہلی تھی اور کچھ صرف اسے تکتے رہ گئے تھے۔ صبا ناز کی گردن سب سے زیادہ تیزی سے حرکت کی تھی۔

استانی بولی، ''اب تم لوگ اپنے اپنے گھر جاؤ اور موبائل میں نیٹ پر معلوم کرو کہ شمسی حروف اور قمری حروف کون کون سے ہیں۔''

''باجی وہ بھی تم بتاؤ نا!'' عقیل بولا۔

اچھا، دیکھو سات میں بتاتی ہوں اور سات تم لوگ معلوم کرو۔ ٹھیک ہے۔'' وہ ایک ایک کو دیکھتی ہوئی بولی۔

''ہاں ہاں چلے گا۔ ہم لوگ نیٹ پر سرچ کریں گے۔'' عبدالماجد بولا۔

میڈم جمیلہ بولی، ''تو سنو، سات شمسی حروف اس طرح ہیں۔ 'ت، ث، د، ذ، ر، ز، س' اور۔۔'' وہ ایک لمحہ کے لیے خاموش ہوئی پھر بولی، 'ا، ب، ج، ح، خ، ع، غ' وغیرہ وغیرہ قمری حروف ہیں۔ اب تم لوگ معلوم کرو کہ باقی دونوں کے کون کون سے سات حروف ہیں۔''

''مگر باجی انھیں شمسی اور قمری حروف کیوں کہتے ہیں؟'' عبدالماجد نے پوچھا۔

''وہ اس لیے بیٹا، کہ جیسے سورج کی روشنی میں سب چیزیں بالکل صاف نظر آتی ہیں، اسی طرح شمسی حروف بھی ڈبل ہو کر ایک دم صاف ہو جاتے ہیں لیکن چاند کی روشنی مدھم ہوتی ہے۔ بعض اوقات بہت سی چیزیں صاف نہیں دکھائی دیتیں۔ اس لیے اس میں کوئی حرف بہت زیادہ واضح نہیں ہوتا بس اس میں صرف الف لام لگ جاتا ہے اور وہ بھی ہلکا سا پڑھا جاتا ہے۔ سمجھے کہ نہیں۔ چلو فی الحال اتنا ہی۔ اب بولو السلام علیکم اور جاؤ کھیلو!''

''ارے یہ تو چاند سورج والی زبان ہے!'' ندیم بے ساختہ بول پڑا۔

سب کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ پڑی تھی لیکن کوئی کچھ بولا نہیں تھا۔

''باجی، فی الحال اور السلام علیکم میں قمری اور شمسی حروف ہیں نا؟'' صبا ناز بولی۔

''بالکل بالکل۔ بہت اچھے، تم سب اچھے بچے ہو۔ چلو اب مجھے میرا کام کرنے دو۔''

سب کے چہروں پر اطمینان تھا۔ وہ باہر نکلتے نکلتے استانی کی اماں سے بھی بولتے اور سلام کرتے ہوئے نکلے تھے۔

■

**Berki Iqbal Ahmed Mohd Mustafa**
155, MHADA, Noor Bagh
Malegaon-423203 (Maharashtra)
Mob.: 8329273266

# سنجیدہ

شارق اعجاز عباسی

**پچھلے** تقریباً چار سال سے جب سے شاذیہ اور ضمیر دونوں تعلیم حاصل کرنے باہر چلے گئے تھے ہم دونوں یعنی نور جہاں بیگم اور میں اپنے نوئیڈا کے تھری بیڈ روم فلیٹ میں بڑی تنہائی محسوس کرتے تھے۔ حالانکہ بچوں سے روز ہی کئی کئی بار ویڈیو کال ہوتی تھی مگر دل کو تسلی تو بچوں کو سامنے دیکھ کر ہی حاصل ہوتی ہے... پھر ہمیں سنجیدہ ملی، اب پچھلے دو سال سے ہماری بیٹی کم پے انگ گیسٹ ہے۔ سنجیدہ سے میری ملاقات بڑے ڈرامائی انداز میں ہوئی...

28 اگست کی شام کے کوئی 9:30 بجے ہوں گے، میٹرو اسٹیشن پر کوئی خاص گہما گہمی بھی نہ تھی۔ میں ابھی اے ایف سی گیٹ سے داخل ہوا ہی تھا کہ سامنے سے ایک لڑکی ہانپتی کانپتی بھاگی چلی آ رہی تھی۔ گھبرائی ہوئی، کبھی اِدھر دیکھتی کبھی اُدھر اور جلدی سے بھاگ کر ایسکیلیٹر پر سوار ہو گئی۔ رات کا وقت تھا، میں بھی گھر لوٹنے کی جلدی میں تھا، اس کے پیچھے چل دیا اور دل ہی دل میں سوچ رہا تھا کہ آخر اس بچی کو کس پریشانی نے آلیا ہے کہ اس قدر بوکھلائی ہوئی ہے؟ بار بار میں اس کی طرف بڑھتا پھر یہ دیکھ کر رک جاتا کہ وہ مسلسل فون پر بات کر رہی تھی۔ میٹرو آئی تو ہم دونوں اس میں سوار ہو گئے اور وہ ٹھیک میرے پاس آ بیٹھی۔ وہ اس وقت اپنی پریشانی میں اس قدر کھوئی ہوئی تھی کہ شاید اسے میرے وجود کا احساس ہی نہ تھا اس کے پاس بیٹھ جانے سے میری جستجو قدرے کم ہو گئی۔ وہ پاگلوں کی طرح اپنے کسی روم میٹ کو فون ملا رہی تھی جس سے اس کی گفتگو کچھ یوں تھی "شافیہ تم کہاں ہو؟ کتنی دیر میں روم پر پہنچو گی؟"

"ارے ملیحا تم ابھی تک نہیں پہنچی، یار بڑی گڑ بڑ ہو گئی، فارحہ اَپی روم پر آئی ہیں اور وہاں کوئی بھی نہیں ہے۔ اب کیا ہوگا؟ تم جلدی سے پہنچ جاؤ ورنہ بہت گڑ بڑ ہو جائے گی۔ مجھے پہنچنے میں کچھ وقت لگ جائے گا۔ اچھا میں پھر کرتی ہوں۔"

"جی، اپی میری روم میٹ آنے والی ہے مجھے ابھی کچھ دیر لگے گی ایک سہیلی کے گھر گئی تھی۔ پلیز ابو سے مت کہیے گا وہ پریشان ہو جائیں گے۔ آپ تھوڑی دیر بیٹھیے چائے وغیرہ پی جیے میں آتا ہوں۔" ادھر سے فارحہ نے کہا "نہیں، ہم لوگوں کو جانا ہے، رک نہیں پائیں گے!"

"پلیز اپی، میری پیاری اپی، رک جائیے تا میں آتی ہوں" تبھی اس کے فون پر ایک اور کال آئی اور دیکھتے ہی اس کا رنگ زرد پڑ گیا، آنکھیں بھر آئیں اور وہ فیصلہ نہیں کر پا رہی تھی کہ فون اٹھائے یا نہیں مگر یہ ناممکن تھا۔ یہ اس کے ابو کا فون تھا، شاید فارحہ نے انھیں اس کی غیر موجودگی کی خبر دے دی تھی۔ اس نے بڑی ہمت کر کے فون اٹھایا اور ادب سے سلام کر پوچھا "ابو آپ کیسے ہیں؟" ادھر سے سخت لہجے میں کسی نے پوچھا "تم کہاں ہو؟" سنجیدہ کی ایک خاص بات یہ تھی کہ وہ کبھی اپنے ابو سے جھوٹ نہیں بولتی تھی۔ وہ ایک لمحہ کے لیے رکی پھر "ابو، اللہ قسم ہم اپنی ایک سہیلی سے نوٹس لینے اوکھلا گئے تھے اور وہیں دیر ہو گئی" یہ کہہ کر وہ رونے لگی۔ دوسری طرف کی

وہ سخت آواز فوراً ایک شفیق باپ کی آواز میں تبدیل ہوگئی۔ ''رو مت میری بچی سچ سچ بتا!''

''ابو یقین جانیے میں بالکل سچ بول رہی ہوں، ادھر میں نکلی اور ادھر فارحہ اپی آگئیں اور اتفاق سے میری روم میٹ بھی مارکیٹ گئی ہوئی تھی۔ میرا فون نہ ملنے پر وہ پریشان ہوگئیں اور آپ کو فون کر دیا۔''

''بیٹے سنجیدہ یہ پہلی اور آخری بات ہے آئندہ کبھی ایسا نہ ہو۔ میں نے ہی فارحہ سے تمہاری خیر خبر لانے کو کہا تھا۔ زمانہ بڑا خراب ہے میری بچی اور اتنی دور بیٹھ کر تمہارا باپ کچھ نہیں کر سکتا۔ اپنے ماں باپ کی عزت تیرے ہاتھ میں ہے۔ مجھے تجھ پر بھروسہ ہے اسی لیے تو تیری امی کے لاکھ منع کرنے پر بھی میں نے تجھے وہاں پڑھنے بھیجا ہے۔ کسی بھی طرح کی لاپرواہی نہ کرنا، اپنا خیال رکھنا...''

''نہیں ابو اب کبھی ایسا نہیں ہوگا۔ آپ فکر مند نہ ہوں۔ اب میں کہیں بھی جاؤں گی تو آپ کو بتا کر ہی جاؤں گی۔''

''جیتی رہو۔''

اس نے ایک لمبی سانس لی ''اللہ تیرا شکر ہے...'' اس کے چہرے پر عجیب سے سکون کے تاثرات نمودار تھے، تبھی مجھے مسکراتا دیکھ اسے میری موجودگی کا احساس ہوا اور وہ ٹھٹھک گئی۔ میں نے ازراہ ہمدردی ماجرے کی نوعیت پوچھ لی اور کہا ''بیٹے آپ بہت اچھی ہو، مگر لڑکی کے باپ کا دل بہت چھوٹا ہوتا ہے، ''جی انکل!'' اس نے بڑے مؤدبانہ انداز میں کہا۔ چلتے چلتے میں نے اسے گھر آنے کی دعوت دے ڈالی اور اس کا اور اس کے ابو کا فون نمبر بھی لے لیا۔ رحیم خان سے جب گفتگو ہوئی تو سنجیدہ کی تعریف کرتے کرتے ان کا منہ ہی نہ تھکتا تھا...

سنجیدہ نام ہی کی نہیں بلکہ درحقیقت عمل سے بھی سنجیدہ تھی۔ وہ اپنا ہر کام سنجیدگی کے ساتھ اور بخوبی انجام دیتی تھی۔ یہی وجہ تھی کہ وہ اپنے دوسرے بھائی بہنوں کے مقابلے اپنے ابو کی بہت چہیتی تھی۔ چھوٹا قد، کھڑا ناک نقشہ، صاف شفاف رنگت، دبلی پتلی، بلا کی پھرتیلی، فرمانبردار، غرض یہ کہ اس کی عمر کے بچوں میں جو بھی خوبیاں ہو سکتی تھیں وہ کم و بیش اس میں موجود تھیں۔ اسی لیے ابو کو اس پر بے حد ناز تھا اور کیوں نہ ہوتا آخر جب جب ابو نے اس سے پڑھائی میں اچھے نمبروں کی فرمائش کی اس نے ہمیشہ ان کی امید سے زیادہ نمبر لاکر دکھائے۔ اس سال بھی کچھ ایسا ہی ہوا۔ اس نے اپنے ایس ایس سی کے امتحان میں اول آکر ابا جان کی چھاتی چوڑی کر دی تھی، وہ بڑے فخر سے ہر کس و ناکس کو اپنی بیٹی کا رزلٹ سناتے اور اس کا منہ بھی میٹھا کراتے تھے۔

رخصت کرتے وقت آبدیدہ نگاہوں سے ابو نے کہا تھا ''ویسے مجھے تم پر پورا بھروسہ ہے، مگر یہ عمر بڑی موذی عمر ہے، میری بچی ذرا سا پیر ڈگمگایا اور سب کچھ کھو جانے کا ڈر لاحق رہتا ہے۔ کوئی بھی ایسا کام نہ کر بیٹھنا کہ بعد میں پچھتانا پڑے۔ تمہارے ہاتھ میں ایک بڑی ذمے داری ہے، اپنی اور اپنے بڑوں کی عزت کی حفاظت کرنا۔ گھر پر تو سبھی ایک دوسرے کی خبر رکھتے ہیں مگر وہاں غیر جگہ یہ سب کچھ تمھیں تنہا ہی سنبھالنا پڑے گا۔ خیال رکھنا کہیں کوئی چوک نہ ہو جائے۔ قدم قدم پر ایسے لالچ اور مواقع آئیں گے جنھیں ٹھکرانا قطعی ناممکن نظر آئے گا مگر میں جانتا ہوں تم اپنے جذبات کو بخوبی کنٹرول کر سکو گی۔ ورنہ...'' اتنا کہہ کر ابو کی آواز بھرا گئی اور وہ یکایک خاموش ہوگئے۔

■

**Shariq Aijaz Abbasi**
R-280/4, Flat No.: A-3, Ground Floor
Gali No.: 7, Zakir Nagar, Village Jogabai
New Delhi - 110025
Mob.: 9968897546

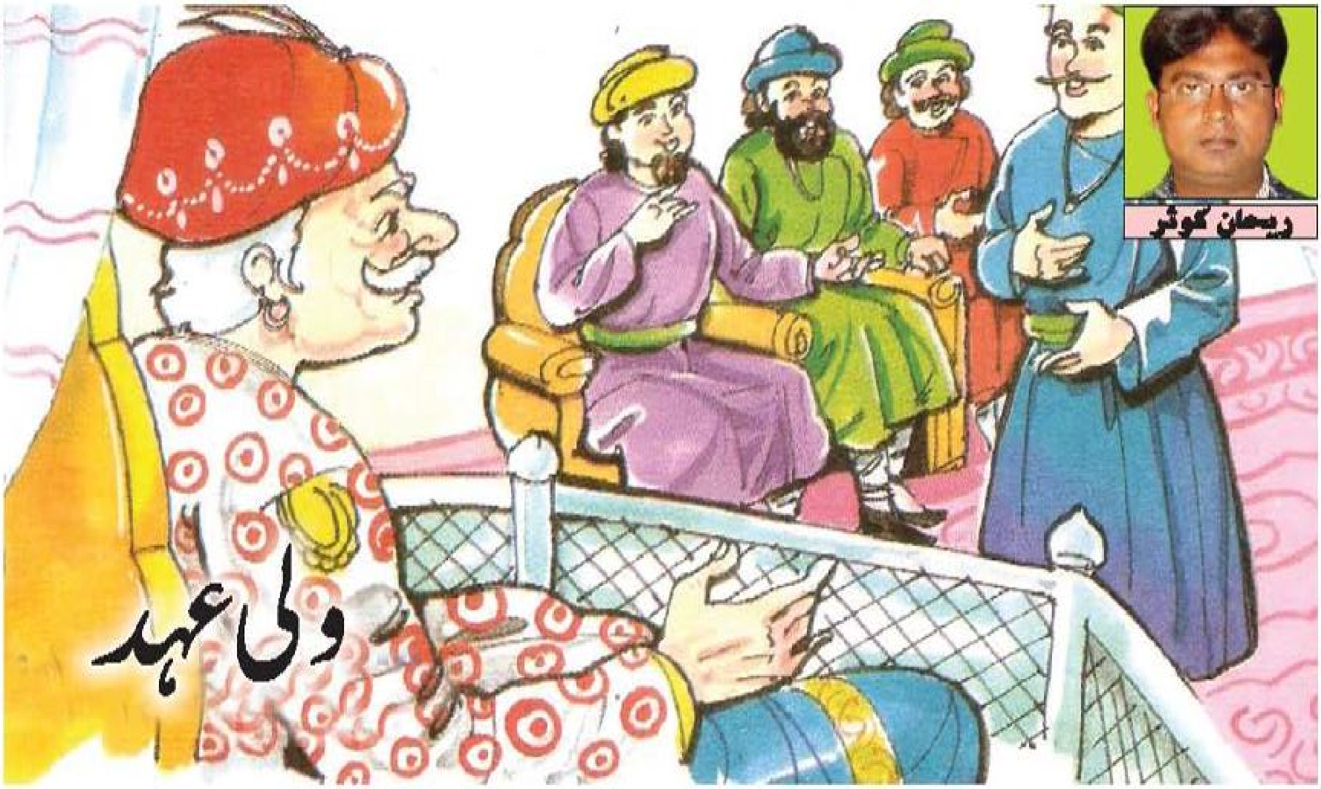

# ولی عہد

ریحان کوثر

**بادشاہ سلامت** آج کچھ زیادہ ہی فکر مند نظر آرہے تھے۔ ایوان میں سلطنت کے تمام وزرا اور مشیر موجود تھے۔ سپہ سالار نے وجہ دریافت کی تو بادشاہ سلامت نے کہنا شروع کیا:

"ایوان میں موجود تمام معزز حضرات سے میں آج مشورہ چاہتا ہوں کہ مجھے اس سلطنت کا ولی عہد مقرر کرنا ہے۔ اب میری طبیعت بھی کچھ ٹھیک نہیں...! اور میں یہ نہیں چاہتا کہ اس سلطنت کے تخت و تاج کا فیصلہ میرے بعد میرے دونوں بیٹوں میں سے کسی ایک کے قتل و غارت گری سے ہو۔ ویسے بھی یہ ہماری سلطنت کی روایت ہے کہ ولی عہد مقرر کیا جاتا ہے لیکن فیصلہ نہیں کر پا رہا ہوں کہ میں انتخاب کس طرح کروں؟"

وزیر اعظم نے اجازت کے بعد تجویز پیش کی۔

"میرے خیال سے شہزادہ بسمل بڑے ہیں، آپ انھیں ہی مقرر کر دیں۔"

اس سے پہلے کہ بادشاہ سلامت کچھ کہتے، سپہ سالار خیام نے اپنی بات رکھنے کی اجازت مانگ لی اور کہا۔

"بادشاہ سلامت یہ تو بڑا ہی آسان کام ہے۔ آپ دونوں شہزادوں کے درمیان مقابلہ کروائیں اور مقابلے میں کامیابی حاصل کرنے والے شہزادے کو ولی عہد مقرر کر دیں۔ ویسے بھی جڑواں ہونے کے سبب شہزادے اکمل اور شہزادے بسمل کی پیدائش میں چند لمحوں کا ہی فاصلہ ہے۔"

سپہ سالار کی یہ تجویز سن کر بادشاہ سلامت کے ماتھے کی شکن کچھ کم ہوئی۔ انھیں یہ مشورہ پسند آیا اور انھوں نے اعلان کیا۔

"ٹھیک ہے ان شاء اللہ اسی مہینے چاند کی چودھویں تاریخ کو دونوں شہزادوں کے درمیان مقابلہ کروایا جائے گا۔"

آج چاند کی چودھویں تاریخ تھی۔ شاہی میدان تالیوں اور نعروں سے گونج رہا تھا۔ مقابلہ صبح سے شروع تھا لیکن اب تک کے تمام مقابلوں میں دونوں شہزادوں میں سے کوئی بازی نہ مار سکا۔ تیر اندازی، تلوار بازی، گھوڑ سواری، تیراکی اور کشتی جیسے تمام مقابلے بالکل برابری پر ختم ہوئے۔ صبح سے شام ہوگئی دونوں شہزادے بھوکے پیاسے مقابلے میں مصروف تھے، اِدھر

بادشاہ سلامت کی فکریں مزید گہری ہوتی جا رہی تھیں۔

اب صرف وزن اٹھانے کا ہی مقابلہ رہ گیا تھا۔ میدان کے درمیان شاہی رتھ کے کئی پہیے رکھے گئے تھے۔ شاہی رتھ کے یہ پہیے غیر معمولی اور کافی وزنی تھے۔ بڑے بڑے پہلوان بڑی مشکل سے ایک پہیہ ہی اٹھا سکتے تھے۔ دونوں شہزادے سپہ سالار خیام کے اشارے کا انتظار کر رہے تھے۔ خیام کے ہاتھ میں ایک لال رنگ کا جھنڈا تھا جس کے اوپر اٹھانے پر پہیہ اٹھانا تھا اور جھنڈا نیچے کرنے پر پہیہ نیچے رکھنا تھا۔

سپہ سالار خیام نے جوں ہی جھنڈا بلند کیا شہزادہ بسمل جو جوش و خروش سے لبریز تھا اس نے دو پہیوں کو ایک دوسرے سے باندھا اور اٹھا لیا اور شہزادہ اکمل ایک ہی پہیہ اٹھا سکا۔ میدان تالیوں سے گونج اٹھا۔ میدان میں موجود سارے لوگ شہزادہ بسمل زندہ باد کے نعرے لگاتے ہوئے خوشی سے جھوم رہے تھے۔ شہزادہ بسمل پسینے میں شرابور تھا اور اب اس کی ہمت بھی جواب دے چکی تھی اور اسے یہ یقین بھی ہو گیا تھا کہ اس کی جیت پکی ہوئی۔ وہ پہیہ زمین پر رکھ کر وزیر اعظم سے گلے ملنے لگا۔

جیسے ہی بادشاہ سلامت میدان کے درمیان میں آ کر کھڑے ہوئے شہزادہ بسمل ان کے قریب گیا اور وزیر اعظم نے پرمسرت لہجے میں کہا،

”لیجیے! بادشاہ سلامت حاضر ہے آپ کا ولی عہد“

بادشاہ سلامت نے بغیر کچھ کہے سپہ سالار خیام کو اشارہ کیا۔ خیام نے لال جھنڈے کو نیچے کیا۔ جھنڈا نیچے کرنے کے بعد شہزادہ اکمل نے پہیہ زمین پر رکھ دیا۔ بادشاہ سلامت نے آگے بڑھ کر شہزادہ اکمل کو گلے لگایا اور گویا ہوئے:

”وزیر اعظم صاحب! یہ رہا ہمارا ولی عہد... شہزادہ اکمل!“

”لیکن! یہ تو ناانصافی ہے بادشاہ سلامت! شہزادہ بسمل نے تو دوگنا وزن اٹھایا ہے۔ اصل حقدار تو شہزادہ بسمل ہی ہیں۔“

”نہیں! یہ مقابلہ صرف وزن اٹھانے کا نہیں تھا۔ سب سے پہلے تو شہزادہ بسمل نے سپہ سالار کے مقابلہ ختم کرنے کے اعلان کا انتظار نہیں کیا اور خود کو فاتح سمجھ بیٹھا، یہ ان کے اتاولے پن کی نشانی ہے۔ دوسری بات یہ مقابلہ صرف طاقت کے مظاہرے کا نہیں تھا۔ ولی عہد کے لیے صرف طاقتور ہونا کافی نہیں۔ یہ مقابلہ توانائی ثابت کرنے کے لیے بھی تھا۔ میں شاہی معلم سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ طاقت اور توانائی کے فرق پر روشنی ڈالیں۔“

شاہی معلم نے بادشاہ سلامت، تمام وزراء اور عوام سے خطاب فرمایا، ”کسی بھی جسم میں موجود اس کے کام کرنے کی صلاحیت کو توانائی کہا جاتا ہے اور توانائی خرچ کرنے یا کام کرنے کی رفتار کو طاقت کہتے ہیں۔“

بادشاہ سلامت نے شاہی معلم کا شکریہ ادا کیا اور اعلان کیا، بیشک طاقت کے معاملے میں شہزادہ بسمل آگے ہیں لیکن شہزادہ اکمل توانائی کے معاملے میں آگے نظر آتے ہیں۔ طاقت جوش اور توانائی ہوش کی صفت ہے۔ توانائی کے معاملے میں آگے رہنے کے لیے تسلسل اور نظم و ضبط کی پابندی ضروری ہے۔ اس لیے شہزادہ اکمل کو ولی عہد مقرر کیا جاتا ہے۔“

اس اعلان کے بعد سارا میدان شہزادہ اکمل زندہ باد کے نعروں سے گونج اٹھا۔

■

**Rehan Kausar**
Kashana-E-Kausar, Dr. Sheikh bunker Colony
Kamptee - 441001
Dist. Nagpur (Maharashtra)
Mob.: 9326669893
Email: vmmrdes@gmail.com

**حقیقت** یہ ہے کہ مضمون نویسی کا اس بندی کو ہمیشہ خاص شوق رہا ہے اور اس سلسلے میں میں نے ایسے ایسے خوب صورت اور انوکھے مضامین لکھے ہیں کہ کلاس میں ہمیشہ تعریفیں ہوئیں۔ استانی صاحبہ ہیں کہ مضمون پڑھتی ہیں اور پڑھ کر پوری کلاس کو سناتی ہیں۔ دھڑا دھڑ گڈ اور ویری گڈ مل رہے ہیں۔ سہیلیوں پر میری قابلیت کا کچھ ایسا رعب بیٹھا ہے کہ بات کرتے ڈرتی ہیں، غرضیکہ پوری کلاس ہمیں ادیب مانے لے رہی تھی۔ مگر برا ہو ہماری آپا اور بھائی جان کا کہ جو ہماری قابلیت کا اعتراف کر کے نہیں دیتے بلکہ بات بے بات یہ ضرور بتا دیں گے کہ ”خود کو تو کچھ آتا جاتا نہیں۔ فیل ہوگی ان شاء اللہ، سچ پوچھیے تو بات بھی یہی تھی کہ ہم نے جب کوئی مضمون لکھا۔ وہ ہمارا کم اور آپا اور بھائی جان کی کاوشوں کا نتیجہ زیادہ ہوا۔ اب اگر یوں میری کاپی میں دو چار اچھے مضمون جمع ہو گئے تھے تو استانی صاحبہ کو یا پوری کلاس کو غلط فہمی میں مبتلا ہونے کی کیا ضرورت تھی۔ جب استانی کمر ٹھونک کر داد دیتیں کہ واہ کتنا اچھا مضمون لکھتی ہو تم، تو میں فوراً انکساری سے کام لے کر شرمانے لگتی گویا میں بھلا کس قابل ہوں (یہ تو سب آپا اور بھائی جان کا کمال ہے)

قسمت کی کرنی یہ ہوئی کہ استانی صاحبہ نے پکنک پر مضمون لکھنے کو دے دیا۔ چھوٹی سی تو کلاس تھی۔ اکثر کو تو یہ بھی خبر نہ تھی کہ یہ ہے کیا بلا۔ سب پریشان ہو کر رہ گئیں۔

”ہائے اللہ۔ یہ تو اتنا مشکل ہے، کیسے لکھیں گے۔“

دوسری بولیں ”اور ہمارے گھر میں تو یہ ہے بھی نہیں۔“

مگر یہ لڑکیاں بھی ایک ہی وہ ہوتی ہیں۔ لپکیں میری طرف۔

”اللہ، تم بتا دو نا بہن۔ تم تو اتنی قابل ہو۔“

”اچھی۔ شروع میں کیا لکھیں گے۔“

”ذرا دو چار باتیں بتا دو ہمیں بھی، سبحان اللہ، یہاں ہمیں خود موت آتی جا رہی ہے اس تصور سے کہ اب پھر آپا اور

بھائی جان کی خوشامدیں کرنی ہوں گی۔ فوراً کاپی کھینچ کر لکھائی میں مصروف ہوگئی۔

''بتادو بہن۔ کیسے لکھیں۔''

''اے، واہ۔ بھلا مجھے کیا آتا ہے۔'' میں نے حقیقت بتائی مگر وائے قسمت کہ وہ اسے بھی انکسار سمجھیں بولیں۔ ''اچھا یہ بتاؤ کہ شروع کیسے کریں۔''

''قلم کاغذ لو اور شروع کر دو۔'' میں نے تیر بہدف نسخہ بتایا۔

''اور ختم کیسے کریں۔''

''اس کے تو بہت سے طریقے ہیں۔'' میں نے جان چھڑائی۔

''پھر بھی۔ ایک آدھ تو بتاؤ۔''

''واہ۔ کوئی ہنسی مذاق ہے یہ بھی کہ جھٹ سے بتا دوں خوب سوچنا پڑتا ہے۔'' یہ کہہ کر میں سر ہاتھوں میں لے کر سوچ میں پڑ گئی۔ ادھر لڑکیوں نے جو مجھے یوں سوچ میں غرق کرایا تو آپ سے آپ اِدھر اُدھر ہوگئیں۔ گھر گئی تو قرار کہاں۔ مضمون دوسرے ہی روز دکھانا تھا۔ اب کس سے لکھواؤں اور کیوں کر لکھواؤں۔ آپا اور بھائی جان ہرگز اتنے مہربان نہیں کہ اتنے کم نوٹس پر لکھ کر دے دیں۔ یا اللہ اب تو ہی عزت رکھنے والا ہے میری اسی فکر میں دوپہر کا کھانا بھی نہ کھایا گیا۔ بہت دیر تک سوچتی رہی۔ جب اور کوئی حل نہ ملا تو پھر مجبوراً آپا کی جانب رجوع ہونا پڑا۔ دیکھا کہ آپا صحن میں لیٹی رسالہ پڑھ رہی ہیں۔ انتہائی خلوص واحترام سے قریب جا کر بیٹھ گئی۔

''اچھی آپا۔ پانی پلاؤں۔'' یہ خوشامد کی ابتدا تھی۔

''نہیں۔ پیاس نہیں ہے۔''

''اچھا۔ تو پاؤں دبا دوں۔'' یہ انتہا تھی۔

''نہیں۔'' وہ اطمینان سے رسالہ پڑھتی رہیں۔

''آپا۔ ہماری پیاری آپا۔'' میں نے خواہ مخواہ گلے میں باہیں ڈال دیں۔ ''وہ بھی ایک نبض شناس ہیں۔ پلٹ کر دیکھا اور بولیں ''کوئی کام ہے؟ نہیں تو۔'' میں جھینپ گئی۔ ''تو پھر بھاگ جاؤ۔ پڑھنے دو۔'' بددل ہوکر بھائی جان کے کمرے کی طرف نکل آئی۔ وہ کہیں جانے کی تیاری میں مصروف تھے۔ بہت افسوس ہوا۔ مگر سوچا کہ کوشش کر کے دیکھ لی جائے اور کچھ نہیں تو شام کا وعدہ ہی لے لیں۔

''آپا۔ بھائی جان کے یہ موزے کیسے پیارے ہیں۔''

''اور نہیں تو کیا۔ پانچ روپیہ کے لیے ہیں۔ ارے ہاں وہ ایک جوڑی ادھر میلی پڑی ہے ذرا دھو کے تو ڈال دینا۔'' یہ لیجیے۔ الٹی آنتیں گلے پڑیں۔ دیکھتے دیکھتے وہ تو چلنے کے لیے تیار ہو گئے۔ دبی زبان سے مدعا بیان کیا۔

''بھائی جان۔ وہ ہمارا ایک مضمون لکھوا دیں گے آپ۔''

خفا ہو کر بولے ''چلو چلو، اتنا وقت نہیں ہے ہمارے پاس کہ تمھارے مضمونوں پر ضائع کرتے پھریں۔ خود لکھو بی بی خود۔ عادت ڈالو۔ اور ہاں وہ موزے۔'' سائیکل سنبھالی اور یہ جا وہ جا۔

''خود لکھو۔ خود لکھو۔'' اچھا مشورہ ہے۔ کیوں لکھو اور جو آتا ہی ہو تو پھر لکھ نہ ڈالیں۔

مایوسی کو برا سمجھتے ہوئے ایک بار پھر آپا کے حضور میں حاضر ہوئی۔ اپنے بستے میں سے رنگین پنسل نکال کر دکھائی۔

''دیکھو آپا۔ کیسی اچھی پنسل۔ لیں گی۔''

''لے لیں گے۔'' کس قدر احسان تھا مجھ پر۔ پھر مزید کچھ بولنے کی ہمت نہ پڑی۔ چپ چاپ قلم اور کاغذ قریب رکھ دیا۔ دبی زبان سے کہا ''آپا، وہ ذرا ایک مضمون ......'' بات پوری بھی نہ سنی اور چیخ پڑیں۔ ''مضمون۔ کون سا مضمون۔ افوہ ری لڑکی۔ تیرے تو

مضمونوں نے جان عذاب کردی میری۔ خود کیوں نہیں لکھتیں (وہی مرغے کی ایک ٹانگ "نہیں — اچھی آپا۔ بس اس دفعہ اور —"

"جی نہیں۔ نہ اس دفع۔ بس خود لکھو۔ میں تو شکایت لکھ کر بھیجوں گی استانی کے پاس کہ یہ پانچویں میں ہوگئی مگر سارے مضمون ہم سے لکھواتی ہے۔ فیل ہوگی ان شاء اللہ" فیل ہوگی ان شاء اللہ۔ یہ آپا کا تکیہ کلام تھا۔ جو وہ موقع بے موقع استعمال کرتی تھیں۔ میں بے حد جلی۔ "اچھا مت لکھ کر دو— ہم بھی نہیں لکھتے —"

"مت لکھو— فیل ہوگی ان شا....."

ایک تو بھوک لگ رہی تھی اوپر سے غصہ آرہا تھا کاپی پھینک کر لیٹ گئی، مگر پھر کچھ سوچ کر اٹھی کہ اگر آج مضمون نہ لکھا گیا تو کل بھری کلاس میں شرمندگی اٹھانی پڑے گی۔ ساری ادبیت، دھری رہ جائے گی اب ایسا بھی کیا۔ لاؤ ہم خود لکھیں گے اور ضرور لکھیں گے۔ آخر نہ لکھنے کی وجہ ہی کیا ہے۔ کیا اللہ نہ کرے ہمیں آتا نہیں جو دوسروں کی خوشامدیں کرتے پھریں۔ واہ اچھا فالتو کا سمجھ لیا۔ فوراً ہی تاؤ آگیا اور تاؤ بھی اس زور کا کہ اپنی کمر خود ٹھونکنے کو دل چاہنے لگا۔ بچوں کے کئی رسالے نکالے اور اِدھر اُدھر کی کتابیں کہ شاید کچھ لکھا جائے مگر کچھ ہاتھ نہ لگا۔ معلوم یہ ہوا کہ اس پکنک کے موضوع پر ہمیں ہی پہلی دفعہ قلم اٹھانا ہے۔ اچھا بھئی — جو مرضی اللہ کی۔ مجبور بندہ اور کرے بھی کیا۔ صبر و شکر کے ساتھ قلم اور کاغذ سنبھالا۔ قلم میں بار بار روشنائی بھر کر دیکھی کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ عین خاتمے پر دغا دے جائے اور خیالات کا تسلسل بکھر جائے۔ قلم کی نوک مونہہ میں دبا کر کئی پہلو ایک ساتھ بدل ڈالے۔ خوب، یہ مضمون لکھا جا رہا ہے۔ اٹھ کر بیٹھ گئی۔ نہیں بھئی۔ میز

کرسی پر بیٹھ کر لکھیں گے میز کو جو گھسیٹا تو وہ خم کھا کر مجھی پر نازل ہوگئی۔ لاحول ولا قوۃ۔ بمشکل اس سے جان چھڑائی۔ چلو بھئی فرش پر بیٹھ کر لکھتے ہیں'' گاؤ تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھ گئی اب سوچنا شروع کیا۔ ہاں بھئی تو پکنک پر لکھنا ہے۔ ارے بابا۔ یہاں تو یہ موٹے موٹے چیونٹے پھر رہے ہیں۔ اس سے تو وہ پلنگ ہی بھلا تھا۔ اچھا تو پکنک پر آتا ہے۔ بہت خوب۔ تو— تو اب شروع کیسے کریں وہی کم بخت سوال، اور پھر ختم— وہ کیسے ہوگا۔ ارے۔ پہلے شروع تو کریں۔ اچھا تو بسم اللہ الرحمٰن باآواز بلند قرأت سے پڑھی بھی اور لکھی بھی تو۔ ایک دفعہ ہم سب بہن بھائی اپنے اباجی کے ساتھ نیر کے باغ میں پکنک کو گئے۔ یہ دیکھا۔ ہوگیا نہ آخر مضمون شروع۔ اپنی اس جرأت پر دل بہت ہی مسرور ہوا۔ اچھا تو اب آگے۔ وہ بہت ہی خوب صورت جگہ تھی۔ بہت ہی اچھی سی جگہ تھی اتنی اتنی کہ— بس اب کیا بتائیں کہ وہ کس قدر اچھی تھی۔ خیر تو ہم وہاں پکنک پر گئے۔ جا کر بیٹھے۔ سامان وغیرہ رکھا— (خیالات کی آمد ملاحظہ فرمایئے) ایک دم سامنے سے آئس کریم والا گزرا۔ (آئی مطلب کی بات) تو میں نے بلا کر کہا کہ ایک آنے والی آئس کریم دو— اس کے بعد ہم نے فرش پر چادر وغیرہ بچھائی اور آرام کرنے لگے (یہاں پہنچ کر خود بھی پلنگ پر دراز ہوگئی انھیں یاد آیا ابھی کہاں آرام کیا۔ پھر تو شاہین لڑنے لگی کہ ہمیں بھی آئس کریم لے کر دو۔ کیا بتادوں کیسی بدنیت ہے یہ شاہین کی بچی۔ ذرا جو صبر آجائے۔ اونہہ۔'' یہ کیا لکھنے لگی ہیں۔ اچھا بعد میں کاٹ دوں گی۔ تو آرام کرنے کے تھوڑی دیر بعد کھانے کا وقت ہوگیا۔ آپا نے اسٹو جلایا، کھانا نہیں کھایا تھا اس لیے بھوک بہت زور کی لگ رہی تھی اور اس پر پراٹھے، کباب، قیمہ، بھرتہ وغیرہ گرم کرنے لگیں۔ سب نے خوب مزے لے لے کر کھایا۔ باغ میں سامنے ہی امرود اور کیلے کے درخت جھوم رہے تھے۔ انھیں دیکھ کر ہمیں خدا کی قدرت نظر آئی تھی کہ جس نے اتنے پیارے پیارے پھل فروٹ پیدا کیے ہیں۔ اس کے بعد اپنی ایک آدھ شرارت بیان کی اور اس کے فوراً بعد ہی چائے کا وقت ہوگیا۔'' آپا نے چائے بنائی (باورچی خانے سے اس قسم کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں) بھائی جان نے کیک اور بسکٹ کے ڈبے نکالے اور سب کو کھلائے۔ (یہ اپنے دل کی انتہائی معصوم خواہش تھی) پھر ہم سب آپس میں کھیلنے کودنے لگے کہ اتنے میں ایک چھوٹا سا لڑکا گاتا ہوا گزرا'' چنا جور گرم بابو میں لایا مزیدار— '' مجبوراً اس سے وہ لے کر کھائے، افوہ— کس قدر مزیدار مضمون لکھ رہی ہوں میں بھی کل پوری کلاس مع استانی صاحبہ کے ہونٹ چاٹتی نظر آئے گی ان شاء اللہ۔ اس کے بعد پھر اپنے کھیل کود کا تھوڑا سا اسی قسم کا ذکر کیا۔ بہن بھائیوں سے جنگ کے مختلف مناظر کی چھوٹی چھوٹی سی جھلکیاں۔ غرضیکہ دو چار ایسے ہی حقیقت سے پر واقعات قلم بند کیے تب جا کر دو صفحے پورے ہوئے۔ آخری جملہ لکھ کر بڑے آرٹسٹک انداز میں بڑا بڑا 'ختم شد' لکھا اور نیچے مارے ارمان کے اپنے انتہائی خوب صورت سے دستخط بھی کردیے۔ یہ لیجیے۔ اللہ اللہ اور خیر صلا۔ بس اتنی سی بات تھی کہ جس کے لیے ہم آپا اور بھائی کے سامنے خوشامدی بن رہے تھے۔ ہشت۔ اپنی گزشتہ حماقتوں پر دلی افسوس ہوا۔ مگر میری اس وقت کی حالت بھی قابل دید تھی جب استانی صاحبہ نے میری کاپی واپس کی اور میں نے اس کے نیچے جلی حروف میں یہ لکھا پایا کہ ''مضمون دوبارہ لکھو مگر خدارا کھانا پہلے کھالینا۔''

■

ماخذ: ماہنامہ 'کھلونا'، نئی دہلی، نگراں: یوسف دہلوی
مدیران: یونس دہلوی، ادریس دہلوی، الیاس دہلوی، مئی 1963

جے پرکاش بھارتی

# چندا ماما دور کے

**چھایا** نے ریڈیو پر ایک گانا سنا۔

چندا ماما دور کے
بڑے پکائے بور کے
آپ کھائیں تھالی میں
منے کو دیں پیالی میں

وہ سوچنے لگی۔ "دادا جی نے تو بتایا تھا کہ چندا ماما پاس ہیں اور گانے میں انھیں 'دور کے' کہا جا رہا ہے۔ وہ دوڑی ہوئی راکیش کے پاس گئی۔ اپنی الجھن اس نے راکیش کو بتائی۔

راکیش بولا "تم بات کو پوری طرح سمجھی نہیں۔ چاند پاس ہو کر بھی کافی دور ہے۔ چلو دادا جی پوری طرح سمجھا دیں گے۔"

دونوں نے اپنی بات دادا جی کے سامنے رکھی۔

دادا جی بولے "جو کسی بڑے گولے کے گرد گردش کرتا ہے اسے ہم تابع سیارہ کہتے ہیں۔ سارے سیارے سورج کے تابع سیارے ہیں۔ چاند ہماری زمین کا تابع سیارہ ہے۔ سبھی سیارے ہماری زمین سے کروڑوں میل کے فاصلے پر ہیں، لیکن چاند کچھ لاکھ میل کے ہی فاصلے پر ہے۔ یہ فاصلہ تقریباً دو لاکھ اڑتالیس ہزار میل کا ہے۔ اگر ہم کسی دوسرے سیارے پر سے زمین کو دیکھ سکیں تو ایسا لگے گا کہ چاند اور زمین پاس پاس کے دو سیارے ہیں۔ اسی لیے میں نے کہا تھا کہ چاند ہمارا پڑوسی ہے۔

رچنا بھی وہاں آ گئی تھی۔ بیچ میں بول پڑی۔ "چاند میں بڑھیا بیٹھی چرخہ کاتتی ہے۔ دادا جی۔"

دادا جی ہنسے اور بولے "یہ تو پرانے لوگ کہا کرتے تھے گیلیلیو کا نام تو تم نے سنا ہی ہوگا۔ اسی نے اپنی دوربین سے سب سے پہلے چاند کا معائنہ کیا۔ یہ تقریباً ساڑھے تین سو سال پہلے کی بات ہے۔

اس نے بتایا کہ چاند سپاٹ اور چمک دار طشتری جیسا نہیں ہے۔ وہ گول ہے۔ اس کی سطح پر میدان ہیں۔ اونچے اونچے پہاڑ ہیں اور گڑھے ہیں۔ سطح پر لمبی دراڑیں بھی ہیں۔ گیلیلیو کی دوربین آج کی دوربینوں کی طرح عمدہ نہیں تھی۔ اس نے چاند کے میدانوں کو سمندر سمجھ لیا تھا۔ آج تک انھیں سمندر ہی کہا جاتا ہے۔ حالانکہ ان میں پانی نہیں ہے۔

گیلیلیو نے چاند کا ایک نقشہ بھی تیار کیا تھا۔ آج جب

کہ چاند کے بارے میں ہمیں کافی معلومات حاصل ہو چکی ہیں۔ اس کے بہت سے فوٹو بھی کھینچ لیے گئے ہیں۔ تب بھی گیلیلیو کا نقشہ بہت کچھ صحیح معلوم ہوتا ہے۔

چاند میں کوئی بڑھیا چرخہ نہیں کات رہی ہے۔ دور سے دیکھنے پر چاند کی سطح کے آدھے سے زیادہ حصے میں کالے دھبے دکھائی دیتے ہیں، انھیں کوئی بڑھیا کہہ دیتا ہے، کوئی خرگوش اور کوئی کچھ اور۔ اصل میں یہ لمبے چوڑے میدان ہیں جو دھول کنکر اور پتھر سے ڈھکے ہوئے ہیں۔ اس کے علاوہ دور دور تک چٹانیں پھیلی ہیں۔"

چھایا بولی "دادا جی، آپ تو اس طرح سب کچھ بتا رہے ہیں جیسے چاند پر گھوم آئے ہوں۔"

دادا جی سر کھجاتے ہوئے بولے "میں تو چاند پر نہیں گیا لیکن آدمی کئی بار چاند پر چہل قدمی کر آئے ہیں۔ پہلے تو اس طرح کی کہانیاں لوگوں نے گھڑ لیں جن میں آدمی کو چاند کا سفر کرتے ہوئے دکھایا تھا۔"

کہانیاں سننے سنانے کا شوق تو سب سے زیادہ رچنا کو ہے۔ اس نے ایسی کہانی سنانے کو کہا۔ دادا جی بھلا کیسے منع کرتے۔

دادا جی بولے "رامائن تو تم نے پڑھی ہی ہے۔ اس میں ایک ایسی ہی کہانی آتی ہے۔ سنپاتی اور جٹایو نے سورج کی طرف اڑان بھری تھی۔ سورج بہت گرم ہے۔ اس کی گرمی کے سبب جٹایو تو بیچ راستے سے لوٹ آیا۔ سنپاتی نے ہار نہیں مانی۔ وہ اونچائیوں پر اڑتا گیا، لیکن بے چارا سورج تک نہیں پہنچ پایا۔ گرمی سے اس کے پر جل گئے۔"

چھایا نے کہا "یہ تو سورج کی طرف جانے کی کہانی ہے۔ بات تو چاند کی ہو رہی ہے۔"

دادا جی نے کہا "انگریزی کے مشہور مصنف ایچ جی ویلس کے بارے میں تم نے سنا ہوگا۔ انھوں نے ایک کتاب لکھی ہے "چاند کے دیس میں پہلا آدمی"۔ دادا جی کچھ دیر خاموش رہے، پھر انھوں نے پوچھا "تمھیں کشش ثقل کے بارے میں کچھ معلوم ہے۔"

راکیش بولا "ہاں، کیوں نہیں، نیوٹن ایک دن باغیچے میں بیٹھے تھے۔ انھوں نے پیڑ سے ایک سیب گرتے دیکھا۔ سوچنے لگے۔ یہ سیب زمین پر ہی کیوں گرا؟ اوپر کی طرف کیوں نہیں گیا۔ تب انھوں نے بہت غور و فکر کے بعد طے کیا کہ زمین ہر چیز کو اپنے طرف کھینچتی ہے۔ اسے ہی کشش ثقل کہتے ہیں۔"

دادا جی نے راکیش کو شاباشی دی۔ پھر بولے "یہ کشش ثقل ہی انسان کی اڑان میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ زمین کی کشش سے آزاد ہوئے بغیر چاند تک پہنچنا کیسے ہو۔ اس کے لیے ایچ جی ویلس نے ایک نئی بات گھڑ لی۔ ویلس کی کہانی کے مسافروں کو گولے میں بیٹھ کر خلائی سفر کرنا تھا تو مسافروں نے اس گولے پر ایسا لیپ چڑھا لیا جس سے زمین کی کشش کا اثر نہ ہو۔ بس پھر کیا تھا۔ ان کا گولہ بے وزن ہو کر اوپر اٹھا اور وہ چاند پر جا پہنچے۔"

چھایا نے پوچھ لیا "کیا کسی اور نے بھی ایسی کہانیاں لکھی ہیں۔"

دادا جی نے بتایا "یوں تو چاند اور سورج پر پہنچنے کی فرضی کہانیاں بہت سے مصنفوں نے لکھی ہیں۔ ایک انگریز مصنف نے کہانی لکھی ہے 'اڑن کھٹولے پر آدمی بیٹھا، اس اڑن کھٹولے کو ہنسوں نے اپنے پروں پر اٹھا لیا۔ وہ اڑان بھرتے بھرتے چاند پر پہنچ گئے۔

تبھی دادا جی کو کچھ یاد آنے لگا۔ وہ بولے۔ "پچھلے دنوں ہی ایک فلم آئی تھی۔ اسّی دن میں دنیا کی سیر، تمھیں معلوم ہے کہ اس مشہور فلم کی کہانی لکھنے والے کون ہیں۔ فرانس کے

باشندے، جولے ورن نے یہ کہانی لکھی تھی۔ کوئی سو سال پہلے انھوں نے ایک اور بڑا دلچسپ ناول بھی لکھا تھا۔ زمین سے چاند تک اس ناول میں نوسوفٹ کی ایک توپ کا حال بیان کیا گیا ہے۔ اس توپ سے ایک ایسا گولہ داغا جاتا ہے جس کے اندر تین آدمی اور دو کتے ہیں۔ یہ گولہ چاند کا ایک چکر لگاتا ہے اور پھر راکٹوں کی مدد سے زمین پر واپس آجاتا ہے۔''

راکیش بولا ''لیکن توپ داغنے پر تو بڑی زور کا جھٹکا لگا ہوگا۔ اس میں بیٹھے مسافر مر نہیں گئے۔''

دادا جی بولے ''بھئی، یہ تو کہانی ہے، لیکن جولے ورن سے بھی بہت پہلے دو بھائیوں نے غباروں پر تجربے کیے تھے انھوں نے غباروں میں بٹھا کر میمنوں اور مرغیوں کو فضا میں اڑایا تھا۔ آج یہ سب باتیں بچکانہ لگتی ہیں، لیکن آسمان کی کھوج بین کرنے والوں کو ان سے بڑی مدد ملی ہے۔

ویسے تو رامائن کے عہد میں پشپک ہوائی جہاز اور گرڑ جیسے خلائی جہازوں کا ذکر بھی ہے، لیکن پوری انسانی تاریخ میں ایسا کوئی واقعہ نہیں ہے کہ آدمی حقیقت میں چاند پر پہنچا ہو۔ اس کا سہرا تو سب سے پہلے امریکہ کے نیل آرم اسٹرانگ اور ایڈون ایلڈرین کے سر ہے۔ ہاں اس سے بہت پہلے بھی وہاں کے ہزاروں فوٹو ضرور کھینچے گئے تھے۔''

چھایا نے بڑے اشتیاق سے پوچھا۔ ''واہ دادا جی، جب تک وہاں کوئی گیا ہی نہیں تھا، تب فوٹو کیسے کھینچے گئے۔''

دادا جی بولے ''تم نے ایسے کیمرے تو دیکھے ہوں گے جو اپنے آپ فوٹو کھینچ لیتے ہیں۔ وہ خود کار کیمرے کہلاتے ہیں۔ چاند پر آدمی کے پہنچنے سے پہلے ہی ایسے کیمرے اور ٹیلی ویژن لگے ہوئے، بہت سے جہاز وہاں اتارے جاچکے تھے۔ یہ جہاز راکٹوں کی مدد سے اتارے گئے۔

پندرہ سال پہلے ایسے جہاز چاند پر بھیجنے کا سلسلہ شروع ہوا تھا۔ شروع میں تو جہاز چاند تک پہنچ ہی نہیں پائے، تصویر بھلا کیسے بھیجتے۔

اس طرح کا سب سے پہلا لونا، 2 جہاز 18 ستمبر 1959 کو چاند تک پہنچا۔ اسے روس نے چھوڑا تھا۔ اس کے تین ہفتے کے بعد ایک اور جہاز روس نے بھیجا۔ اسی جہاز نے سب سے پہلے چاند کے اس حصے کے فوٹو بھیجے جو دکھائی نہیں دیتا۔''

راکیش نے پوچھا۔ ''امریکہ نے بھی چاند پر ایسے جہاز بھیجے ہوں گے۔''

دادا جی بولے ''روس اور امریکہ میں تو جیسے اس معاملے میں مقابلہ ہو رہا ہو۔ امریکہ نے ایسے کئی جہاز بھیجے جنھوں نے تھوڑی ہی اونچائی سے چاند کے ہزاروں فوٹو کھینچے۔ 31 جنوری 1966 کو چاند پر لونا-9 نامی روسی جہاز اترا۔ یہ پہلا جہاز تھا جو چاند پر ٹھیک طرح سے اترا۔ زمین پر واقع اسٹیشن سے اجازت حاصل کرنے پر اس نے چاند کا معائنہ کیا اور فوٹو بھیجے۔

امریکہ نے سروے پر 1 نامی جہاز چاند پر بھیجا۔ اس میں سبھی طرح کے جدید آلات تھے۔ اس نے دس ہزار سے بھی زیادہ فوٹو زمین پر بھیجے۔

چاند کے لیے کئی خلائی جہاز بھی وقتاً فوقتاً روانہ کیے گئے۔ انھوں نے بھی چاند کے بارے میں بہت سی معلومات بہم پہنچائیں اور فوٹو بھیجے۔ کھوج کا یہ سلسلہ جاری رہا۔ آج تو چاند کے بارے میں جتنی معلومات ہے، اتنی زمین کے کئی حصوں کے بارے میں بھی نہیں ہے، لیکن کھوج کا بہت سا کام ابھی اور ہونا ہے۔''

■

ماخذ: چلو چاند پر چلیں: جے پرکاش بھارتی، پہلی اشاعت: 1987، تیسری اشاعت: 2009، ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

# نیشنل سائنس سینٹر کی سیر

حقانی القاسمی

**بچوں** کی ننھی منی آنکھوں کو نئی نئی چیزیں دیکھنے کا بہت شوق ہوتا ہے۔ ان کی آنکھوں کا یہی تجسس انھیں ایک ایسی کائنات میں لے جاتا ہے جو ان کے لیے بالکل نئی ہوتی ہے، اس کائنات میں ان کی دلچسپیوں کے بہت سے سامان ہوتے ہیں۔ بچوں کے پاؤں میں زنجیر نہیں ہوتی، ایک چکر سا ہوتا ہے اسی لیے بچے اپنے والدین کو الگ الگ جگہوں پر لے جانے کی ضد کرتے ہیں اور یہ ضد بے معنی بھی نہیں ہے کہ بچوں کے اندر گھر کی گھٹن اور اسکول کی تھکن سے الگ ایک ایسا ماحول دیکھنے کا جذبہ ہوتا ہے۔ جہاں وہ آزادی کے ساتھ گھوم پھر سکیں۔ بچے کارٹون دیکھنا اس لیے پسند کرتے ہیں کہ اس میں اس کے اپنے تصور کی دنیا ہوتی ہے یا پارک وغیرہ جانا انھیں اچھا لگتا ہے کہ وہاں کی فضا ان کی آنکھوں کو بہت راس آتی ہے۔

اب بچوں میں آثار قدیمہ، پرانی تاریخی عمارتیں دیکھنے کا شوق بھی بڑھ گیا ہے۔ اسکول میں بھی پکنک کے لیے ایسی جگہوں کا انتخاب کیا جاتا ہے جہاں بچوں کی تفریح کے ساتھ ان کی معلومات میں اضافہ ہو۔ بچے تحیر خیز مناظر کو دیکھ کر بہت محظوظ ہوتے ہیں۔ اس لیے ایسے مقامات ان کی پہلی پسند ہوتے ہیں۔ ایسی ہی ایک حیرت گاہ نیشنل سائنس سینٹر بھی ہے جہاں بچوں کی آنکھوں کو لبھانے والی بہت سی چیزیں موجود ہیں۔ بچے ان اشیا کو حیرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں، ان کے بارے میں جاننے کا اشتیاق ہوتا ہے اور یہ دیکھنا اس لیے بھی ضروری ہے کہ آنکھوں سے دیکھی ہوئی چیزیں ذہن میں نقش ہو جاتی ہیں۔

محمد خلیل سائنٹسٹ بچوں کی دلچسپیوں سے واقف ہیں، اس لیے انھوں نے اس کا خیال رکھتے ہوئے 'نیشنل سائنس سینٹر کی سیر' کے عنوان سے یہ کتاب لکھی ہے۔ ویسے تو ہندوستان کے بہت سارے شہروں یا مقامات میں ایسے سینٹر موجود ہیں لیکن محمد خلیل نے بچوں کو اس سینٹر کی سیر کرائی ہے جو نئی دہلی میں پرگتی میدان کے پیچھے واقع ہے اور اس میں بچوں کے ذوق اور شوق کی بہت ساری چیزیں موجود ہیں۔ انھوں نے لکھا ہے کہ جیسے ہی بڑے دروازے سے سائنس سنٹر میں داخل ہوتے ہیں تو ایک بڑا ماڈل جسے انرجی بال کہتے ہیں، وہ دکھائی دیتا ہے۔ اس کے بارے میں مزید لکھتے ہیں کہ "یہ دنیا کا سب سے بڑا نمائشی ماڈل ہے۔ اس عجیب سی دوڑ دھوپ کو دیکھ کر تم کو تعجب ہوگا کہ اسکیلیٹر سے جب تم اوپر چڑھ رہے ہوتے ہو اس دوران گیند مسلسل طے کیے ہوئے راستے پر سفر کرتی رہتی ہے اور قلابازی کرتی ہے۔ جس سے ایک آواز پیدا ہوتی ہے جو بجلی پیدا کرنے کا اشارہ ہے جو پھر توانائی میں بدل جاتی ہے۔ اس ماڈل میں سولہ گیندوں کو چین لفٹ کے ذریعے چودہ میٹر کی اونچائی تک پہنچا کر گول راستوں پر چھوڑ دیا جاتا ہے اور یہ چین لفٹ کے ذریعے ترتیب سے گزرتے ہوئے اوپر اونچائی پر جاتی ہے۔ اس عمل میں چین لفٹ تین گیندوں کو اوپر لے جاتی ہے اور نیچے کی طرف پھر تین گیندوں کے واپس آنے کا انتظار کرتی ہے۔ گیند کو اوپر کی طرف لے جانے کے اس طریقے میں

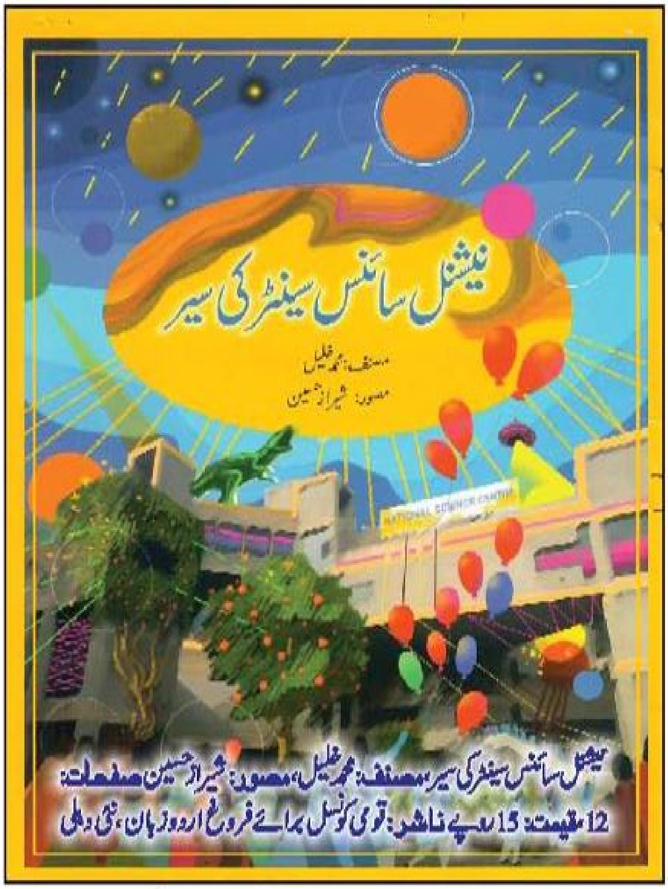


نیشنل سائنس سینٹر کی سیر، مصنف: محمد خلیل، مصور: شیراز حسین صفحات: 12 قیمت: 15 روپے ناشر: قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان، نئی دہلی

گیندوں کے علاوہ توانائی بھی جمع ہوتی رہتی ہے۔" (ص 2)

خلیل صاحب کے مطابق اس سائنس میوزیم میں سائنس اور ٹیکنالوجی سے متعلق بہت ساری چیزوں کو دکھایا گیا ہے۔ اس میوزیم میں سرجری کے آلات بھی ہیں، اس کے علاوہ کیمیا کی تجربہ گاہ میں لوہا بنانے کے طریقے بتائے گئے ہیں۔ مغل بادشاہ اکبر کے دور کی توپ نلیوں کو صاف کرنے والی مشین بھی ہے اور سب سے اہم بات یہ ہے کہ سائنس سینٹر کی گیلری میں بیسویں صدی کے ممتاز ہندوستانی سائنس دانوں کی خدمات کو دکھایا گیا ہے۔ اس سائنس میوزیم میں بچوں کی دلچسپی کی ایک چیز یہ بھی ہے کہ پانی کے بلبلوں کو کئی حالتوں میں اوپر اٹھتے ہوئے دکھایا گیا ہے۔ خلیل صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ "سائنس سینٹر میں گنبد والے سیارات نما یعنی پلینیٹیریم میں بیٹھ کر تاروں سے بھرے ہوئے آسمان کی سیر کرسکتے ہیں۔" یہاں کی گیلری میں انیسویں صدی کی ریل، ڈاک، تار کے نظام کو دکھایا گیا ہے۔ غرضیکہ اس سائنس سینٹر میں بہت ساری ایسی چیزیں ہیں جسے دیکھ کر بچے اپنے ملک عزیز کے ماضی کی تاریخ، کلچر، لائف اسٹائل، آرٹ اور آرکی ٹیکچر سے واقف ہوسکتے ہیں۔

یہ میوزیم دراصل عجائبات کا ایک خزانہ ہے جس میں ماضی کے بہت سے آثار اور باقیات کو محفوظ رکھا گیا ہے۔ آج کے دور میں جب ماضی سے ہمارا رشتہ ٹوٹتا جارہا ہے تو ماضی کے قیمتی تاریخی، تہذیبی اثاثے کو محفوظ رکھنے کی یہ ایک اچھی کوشش ہے۔ اس سے ہمارے بچوں کے ذہن میں اپنے ملک کی تہذیب، تاریخ، آرٹ اور آرکی ٹیکچر کو مزید جاننے کا جذبہ جنم لے گا اور شاید اسی مقصد کے تحت ہندوستان میں اس طرح کے سینٹرز قائم کیے گئے ہیں۔

بہت اختصار کے ساتھ محمد خلیل نے نیشنل سائنس سینٹر کی سیر کرائی ہے۔ ضرورت ہے کہ ہندوستان کے دیگر مقامات پر جو سائنس سینٹرز ہیں ان کے بارے میں بھی بچوں کو دلچسپ انداز میں معلومات فراہم کی جائیں تاکہ بچوں کے اندر سائنسی ذوق اور شوق پیدا ہو۔

محمد خلیل بچوں میں سائنسی ذوق پیدا کرنے کی مسلسل کوشش کررہے ہیں۔ یہ بھی اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ یہ ان کا قابل تحسین کام ہے۔ یہ کتاب باتصویر ہے۔ شیراز حسین نے اس کتاب کو اپنی مصوری سے اتنا خوبصورت بنادیا ہے کہ بچوں کو صرف کتاب پڑھنے نہیں بلکہ تصویریں دیکھنے میں بھی بہت لطف آئے گا۔

■

**Haqqani Al-Qasmi**
B-145/8, Thokar No.: 8
Shaheen Bagh, Jamia Nagar
New Delhi - 110025
Cell.:9891726444

امتیاز احمد انصاری

# قیامت اور سائنس

جس طرح زندگی کی سب سے بڑی سچائی موت ہے اسی طرح قیامت بھی ایک اٹل حقیقت ہے۔ قیامت کے دن صرف ہماری دنیا ہی نہیں بلکہ پوری کائنات کا مکمل طور پر خاتمہ ہو جائے گا۔ کائنات کے خاتمے اور اس کی ہولناکیوں کی منظر کشی قرآن و حدیث میں تفصیل کے ساتھ کی گئی ہے۔ حیرت انگیز طور پر اس سلسلے میں بیان کی گئیں بیشتر سچائیوں کی تصدیق سائنس بھی کرتی ہے۔ زمین پر قیامت بپا ہونے کی جانکاری حاصل کرنے سے پہلے آیئے زمین کے وجود اور اس کے ارتقا سے متعلق معلومات حاصل کرلیں۔

سائنس کے اندازے کے مطابق ہماری اس زمین کی عمر قریب ساڑھے چار ارب سال ہے۔ اس زمین پر دودھ پلانے والے جانور یعنی ممالیہ (Mammalia) کی آمد قریب 16 کروڑ سال پہلے ہوئی جب کہ انسانوں کی آمد صرف دو لاکھ سال قبل بتائی جاتی ہے۔ گویا انسان اس دنیا کی سب سے کم عمر مخلوق ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ خدائے رب العزت نے حضرت انسان کو عقل سلیم کی دولت سے نواز کر اسے اشرف المخلوق بنا دیا ہے۔ انسان شروع سے ہی اپنی اسی عقل کا استعمال کرتے ہوئے اپنی اور دنیا کی حالت بدلنے کی کوششوں میں مسلسل مصروف رہا ہے۔ ان ہی کوششوں کے نتیجے میں ہماری یہ دنیا صرف حسین اور رنگین ہی نہیں ہوئی بلکہ ہمیں عیش و عشرت کی تمام تر سہولتیں بھی حاصل ہوتی چلی گئیں اور یہ سلسلہ ہنوز جاری ہے۔ مگر اپنے دامن میں تمام تر حسن اور رنگینی سمیٹے یہ دنیا ایک دن مکمل طور پر تباہ و برباد ہو جائے گی اور اس کے وجود کا خاتمہ ہو جائے گا۔ یہی وہ دن ہوگا جسے ہم قیامت کا دن (Doom's Day) کہتے ہیں۔

قرآن کریم میں قیامت کو 41 مختلف ناموں سے موسوم کیا گیا ہے۔ کہیں اسے یوم الحشر تو کہیں یوم العذاب، کہیں یوم الوعید تو کہیں یوم الحساب، کہیں یوم الجزا تو کہیں یوم الخروج اور کہیں یوم عظیم تو کہیں یوم الیم کہا گیا ہے۔ قرآن مقدس کے 29 ویں پارے میں موجود سورۃ قیامت میں اس دن رونما ہونے والے واقعات کا اس طرح ذکر کیا گیا ہے کہ "جب آسمان پھٹ جائے گا اور جب تارے بکھر جائیں گے اور جب سمندر بھڑکا دیے جائیں گے، اس وقت ہر شخص کو اس کا اگلا پچھلا سب کیا دھرا معلوم ہو جائے گا۔" اسی طرح 30 ویں پارہ کے سورۃ الزلزال کی پہلی دو آیت کے مطابق "جب زمین اپنی پوری قوت کے ساتھ ہلا ڈالی جائے گی اور زمین اپنے اندر کے سارے بوجھ کو نکال کر باہر ڈال دے گی۔" آیئے اس روشنی میں سائنس کا نظریہ دیکھتے ہیں۔ سائنس کا کھلم کھلا نظریہ

یہی ہے کہ ’’ہماری کائنات کا آغاز ایک عظیم دھماکہ (Big Bang) سے ہوا ہے اور اس کا اختتام دوسرے عظیم دھماکے (Big Crunch) پر ہوگا۔ گویا جب دوسرا عظیم دھماکہ ہوگا تو ظاہری بات ہے کہ آسمان پھٹے گا‘ تارے بکھریں گے‘ زمین اور زمین کے اوپر واقع سمندر کا سینہ چاک ہوجائے گا۔ نتیجے کے طور پر زمین اپنے اندر کی تمام چیزوں کو اگل دے گی۔ بالآخر اس دنیا کی تمام چیزیں تباہ و برباد ہوجائیں گی۔

قیامت کے وقوع پذیر ہونے کے صحیح وقت کا علم تو صرف خدا وحدہ لاشریک کو ہے مگر اس کے واقع ہونے کے جو اشارے قرآن و حدیث میں ملتے ہیں، اس کی حد درجہ مشابہت جدید دور کے سائنسی نظریے میں بھی پائی جاتی ہے۔ قیامت کے سلسلے سے حدیث نبوی ہے کہ ’’سورج سوا نیزے پر چلا آئے گا اور پہاڑ روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے۔ ایک دوسری جگہ مقداد بن اسودؓ سے روایت ہے کہ پیارے رسولؐ نے فرمایا ’’قیامت کے روز سورج مخلوق سے انتہائی قریب آن پہنچے گا یہاں تک کہ وہ ان سے ایک میل کے فاصلے پر رہ جائے گا۔‘‘) سائنس بھی یہ مانتی ہے کہ ’’جب سورج اپنی عمر کے اختتام تک پہنچے گا تو اس کا حجم بے انتہا بڑھ جائے گا اور مریخ اور زمین کے مدار کے قریب آجائے گا۔ سورج کے اس طرح حجم بڑھ کر پھول جانے اور زمین کے اس قدر قریب آنے سے یہ فطری بات ہوگی کہ زمین کا درجہ حرارت بے انتہا بڑھ جائے گا۔ نتیجے کے طور پر کرۂ ارض پر واقع کروڑوں اربوں اقسام کے انواع حیات جھلس کر تباہ ہوجائیں گے۔ سورج کی زمین سے قریب آنے پر اس کی کشش یقینی طور پر پہاڑوں پر اثر ڈالے گی اور پہاڑ دھنی ہوئی روئی کے گالوں کی طرح اڑنے لگیں گے۔ سائنس کہتی ہے کہ کچھ کروڑ برس سورج بتدریج ٹھنڈا ہوتا ہوا بالآخر مر جائے گا۔ غالباً یہی وہ وقت ہوگا جب حشر بپا ہوگا۔ ایشوائے اسٹیٹ یونیورسٹی کے پروفیسر میٹ کیپلن کا کہنا ہے کہ اس کائنات کا خاموش اور تاریک اختتام ہوگا۔ اپنے اختتام تک پہنچتے وقت ہماری یہ کائنات آج کے دور کے مقابلے میں ناقابل شناخت ہوجائے گی اور انسان سمیت دوسرے تمام جانداروں کا بہت پہلے خاتمہ ہوچکا ہوگا۔

سائنس کے اندازے کے مطابق سورج کوئی پانچ ارب سال بعد مرنا شروع ہوگا کیونکہ سورج سمیت تمام ستاروں میں وافر مقدار میں ہائیڈروجن موجود ہے۔ اسی ہائیڈروجن کے خود کار ایٹمی دھماکوں سے حرارت اور روشنی کا وسیع تر اخراج ہوتا ہے جس سے سورج نہ صرف چمکتا ہے بلکہ حرارت بھی پیدا کرتا ہے۔ سائنسدانوں کی تحقیق بتاتی ہے کہ سورج میں ابھی اتنا ایندھن موجود ہے کہ ساڑھے پانچ ارب سال تک مزید روشن رہ سکے۔ بہرحال یہ صرف ایک اندازہ ہے‘ حقیقت کا علم سوائے اللہ کے اور کسی کو نہیں۔ حیرت انگیز طور پر ملک عزیز کے ایک معروف مسلم سائنسداں ڈاکٹر سید مظہر الدین کا دعویٰ ہے کہ قیامت آنے میں اب صرف 895 سال باقی رہ گئے ہیں۔ ان کے اعداد و شمار کے حساب سے قیامت قمری کیلنڈر کے مطابق 10 محرم الحرام بروز جمعہ 2364 ذی الحجہ کو آئے گی اس وقت شمسی کیلنڈر کی تاریخ 15 ر مارچ 2915 ہوگی۔ ان کا یہ بھی کہنا کہ فی الحال قیامت کی بیشتر نشانیاں ظاہر ہوچکی ہیں اور باقی نشانیاں جو لوگ زندہ رہیں گے یا ان کی نسلوں کے لیے باقی رہ جائیں گی۔

■

**Imteyaz Ahmed Ansari**
H.No. 24, Railpar, Jahangiri Mohalla
Asansol -713302 (West Bengal)
Mob. : 9749289061

احفاظ الحق انصاری

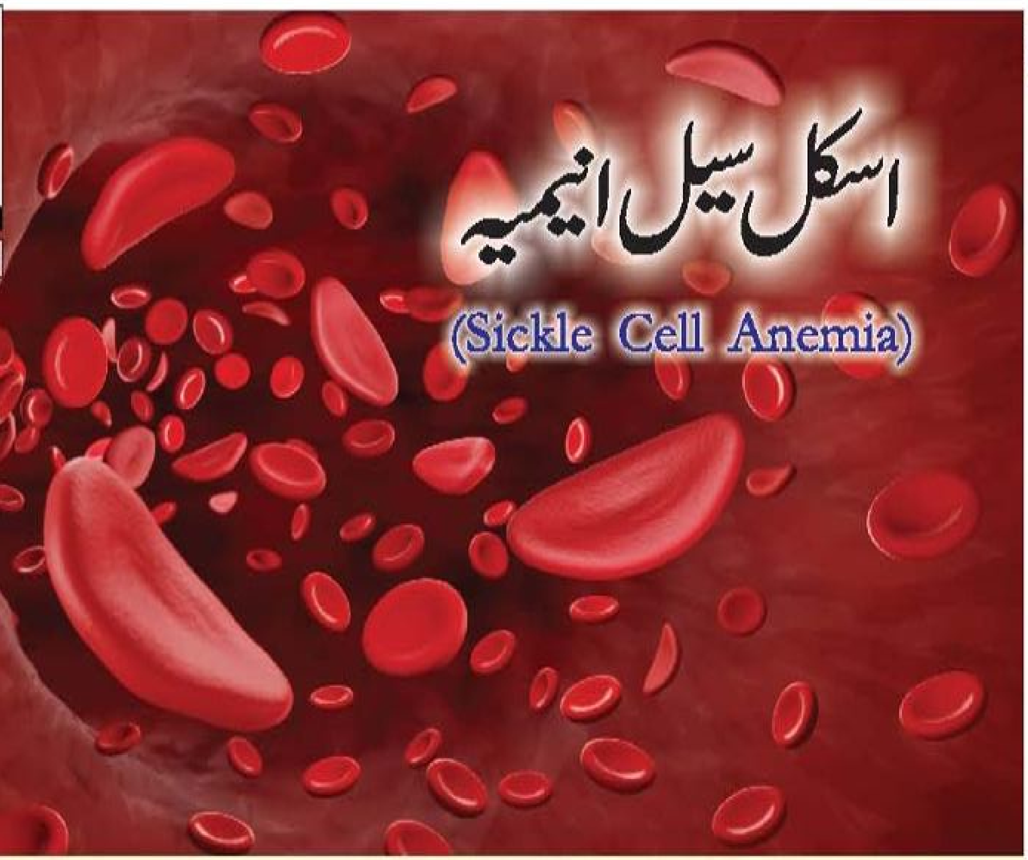

# اسکل سیل انیمیہ
## (Sickle Cell Anemia)

**پیارے بچو!** ہم سب جانتے ہیں کہ ہر انسان کوئی نا کوئی بیماری کا شکار ہوتا ہے اور دوا وعلاج کے ذریعے صحت یاب بھی ہوتا ہے، لیکن بیماریوں کے بارے میں صحیح جانکاری اور احتیاط سے اٹھائے گئے کچھ اقدامات ہمیں ان بیماریوں سے دور بھی رکھ سکتے ہیں۔ انہی بیماریوں میں سے ایک ہے اسکل سیل انیمیہ (Sickle Cell Anemia) جس کا مقابلہ ہم، احتیاط سے زیادہ اور دواؤں سے کم، کر سکتے ہیں۔ اسی بیماری کی تفصیلی جانکاری پیش ہے۔

### Sickle Cell Anemia کے کیا معنی ہے؟

Sickle Cell Anemia خون کے سرخ ذرّات میں ہونے والا ایک مرض ہے۔ خون میں سرخ ذرّات اور سفید ذرّات دو قسمیں ہوتی ہیں۔ ایک تندرست شخص کے خون میں سرخ ذرّات گول شکل کے ہوتے ہیں۔ لیکن Sickle Cell Anemia میں آکسیجن (Oxygen) کم ملنے کی وجہ سے سرخ ذرّات ہسیہ کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ Sickle یعنی ہسیہ اور Cell یعنی ذرّات، اس لیے Sickle Cell Anemia میں خون کے سرخ ذرّات ہسیہ کے مانند ہو جاتے ہیں۔ دوسرے لفظوں میں ہم کہہ سکتے ہیں کہ Sickle Cell Anemia میں جسم میں خون کی کمی ہو جاتی ہے۔

### Sickle Cell Anemia کی قسمیں:

اس مرض کی دو خاص قسمیں ہوتی ہیں:

1: Sickle Cell Sufferer: یہ وہ شخص ہوتا ہے جو Sickle Cell Anemia میں مبتلا ہوتا ہے۔ عام طور سے Sufferer کے ہاتھ پیروں میں درد، جوڑوں میں درد وسوجن، بھوک میں کمی، پیٹ کے دائیں حصے میں تکلیف جیسی شکایتیں مستقل طور پر ہوتی ہیں۔ Sufferer کو عمر بھر حسب معمول

دوائیاں کھانے کی ضرورت ہوتی ہے۔

2: Sickle Cell Carrier: یہ شخص آپ ہم جیسا عام انسان ہوتا ہے لیکن اس مرض کو دوسروں تک پہنچاتا ہے۔ ان کے خون میں Sickle Cell تو ہوتے ہیں لیکن ان کی تعداد کافی کم ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے ان کو تکلیف نہیں ہوتی۔ خون کی جانچ کرنے کے بعد ہی اس بات کا علم ہوتا ہے کہ یہ شخص Carrier ہے۔ Carrier بیمار دکھتا نہیں ہے لیکن اپنی آنے والی نسلوں میں یہ مرض پہنچاسکتا ہے۔ جب ایک نوجوان Carrier کا نکاح دوسری Carrier دوشیزہ سے ہوتا ہے، تب دونوں کے Sickle Cell کے Genes ان کی ہونے والی اولاد میں آجاتے ہیں اور اس طرح ان کی اولاد اس مرض کی Sufferer ہوجاتی ہے۔

Sickle Cell Anemia کا پھیلاؤ:

اس مرض کا پھیلاؤ گاؤں کے ساتھ ساتھ شہری علاقوں میں بھی دیکھنے کو ملتا ہے۔ ہمارے ملک میں آدیواسیوں کی بستی میں اس مرض کا اثر دیکھا جاسکتا ہے۔ مہاراشٹر میں ناسک، نندوربار، گڑھ چرولی، گوندیا ضلعوں میں رہنے والے آدیواسی معاشرے میں اس مرض کا اچھا خاصہ اثر دیکھا گیا ہے۔ اسی طرح تامل ناڈو، آندھرا پردیش، اڑیسہ، مدھیہ پردیش اور گجرات کے آدیواسی معاشرے میں یہ مرض بہت عام ہے۔

Sickle Cell Anemia کی روک تھام کے لیے ہر شخص کو اپنے گھر سے ہی آغاز کرنا ہوگا اور گھر کے ہر فرد کے خون کی جانچ کرانی ہوگی۔ نوجوانوں و دوشیزاؤں کے خون کی جانچ کرنے کے بعد ہی انھیں نکاح کرنے کی صلاح دی جانی چاہیے۔ اس کے لیے Sickle Cell Anemia کیا ہے؟ خون کی جانچ ضروری کیوں ہے؟ اس کے آثار کیا ہیں؟ Sufferer کو کیا تکلیف ہوتی ہے؟ وغیرہ کی مکمل جانکاری ہمیں دینی ہوگی۔

Sickle Cell Anemia کے آثار:

Sickle Cell Anemia کے مبتلا شخص میں مندرجہ ذیل آثار نظر آتے ہیں۔

(1) کمزوری (2) جوڑوں میں درد و سوجن (3) بخار (4) مریض کا پیلا دکھنا (5) آنکھوں کا خراب دکھنا (6) زخم کا دیر سے بھرنا (7) پیشاب میں تکلیف اور کبھی کبھی خون کا آنا (8) دائمی طور پر طبیعت کا خراب رہنا۔

زیادہ معلومات حاصل کرنے کے لیے قریبی ابتدائی طبی مرکز (Primary Health Center) نائب ضلع و ضلع اسپتال سے رابطہ قائم کیا جاسکتا ہے۔

خون کی جانچ:

اسکل سیل تشخیص وعلاج مرکز (Sickle Cell Diagnostic & Treatment Centre) میں ہماری انگلیوں سے اور خون کی نالیوں سے خون نکال کر مندرجہ ذیل طریقوں سے جانچ کی جاسکتی ہے۔

1 Hemoglobin Percentage
2 Type of Anemia
3 Solubility Test
4 Hemoglobin Electrophoresis

یہ تمام انگریزی الفاظ ہیں اور ان کے اردو متبادل نہیں ہونے کی وجہ سے انگریزی الفاظ ہی استعمال کیے جاتے ہیں۔

علاج کا طریقہ:

یہ مرض نسلی (Hereditary) ہے۔ دوائیوں کا استعمال کرکے پوری طریقے سے اس مرض پر قابو نہیں پایا جاسکتا۔ لیکن آثار ظاہر ہونے پر ڈاکٹر کے مشورے سے علاج شروع کیا جاسکتا ہے اور یہ علاج حسب معمول جاری رکھنے کی ضرورت

ہوتی ہے۔ Sickel Cell Anemia کا علاج مندرجہ ذیل دوائیوں کے استعمال وطریقوں سے کیا جاسکتا ہے:

1 Pain Killer

2 Antibiotics

3 ضرورت پڑنے پر آکسیجن مہیا کرانا۔

4 Saline کی باٹل چڑھانا۔

5 ضرورت پڑنے پر خون مہیا کرانا۔

جس گھر میں Sickel Cell Anemia کا مریض ہے، اس کی مکمل دیکھ ریکھ و آرام کی ضرورت ہوتی ہے۔ مریض اگر حاملہ عورت ہے تو ڈاکٹر کی صلاح سے خاص دھیان رکھنے کی ضرورت ہے۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں زیر علاج شخص میں ہم Sickel Cell Anemia پر پوری طرح سے قابو نہیں پاسکتے، اسی لیے علاج کے بعد کچھ دنوں تک مریض میں پھر سے وہی آثار نظر آتے ہیں۔ جس کے معنی یہ قطعی نہیں ہیں کہ علاج غلط راہ میں کیا جارہا ہے۔ ان باتوں کو ذہن میں رکھ کر دوبارہ علاج کا آغاز ضروری ہوتا ہے۔

### ہم کیا کر سکتے ہیں؟

دوستو! یہ کام اکیلے ڈاکٹر کا نہیں ہے، پوری قوم کا ہے۔ سارے افراد مل کر کوشش کریں تو حالات بدلیں گے۔ ہمیں صرف اور صرف کام ہاتھوں میں لینے کی ضرورت ہے۔ ہم مندرجہ ذیل باتوں پر عمل تو کر ہی سکتے ہیں:

ہر گاؤں میں گرام سبھا منعقد کی جاتی ہے۔ جس میں ہم Sickel Cell Anemia کی مکمل معلومات پورے گاؤں کو دے سکتے ہیں۔ نوجوانوں و دوشیزاؤں کے خون کی جانچ کے بعد ہی ان کا نکاح طے کیا جانا چاہیے۔ جب دونوں ہی Carrier ہیں تو ان حالات میں ان کا نکاح نہ ہو، یہ باتیں ان کے والدین کو سمجھانا بہت ہی اہم ہوتی ہیں۔ نوجوان و دوشیزہ جب Sufferer اور Carrier دونوں نہیں ہیں، اس صورت میں ان کا نکاح Carrier سے کیا جاسکتا ہے، یہ سمجھنا بھی ضروری ہے۔ Carrier نوجوان و دوشیزہ کے نکاح کی صورت میں ان کے صرف 25 فی صد اولاد ہی Sufferer پیدا ہوتی ہیں۔ جب دونوں Carrier ہیں تب حاملہ ہونے پر پہلی ہی فرصت میں حمل کی جانچ بہت اہم ہوجاتی ہے۔ اگر حمل Sufferer پایا گیا تو حمل ساقط کرنے (Abortion) کی صلاح دی جانی چاہیے۔

گاؤں میں Sickel Cell Anemia کے مریض اگر موجود ہیں تو انھیں قریبی اسپتال میں جمع کرکے معاشرے کے لیے، معاشرے کی صحت کے لیے ممکنہ پریشانیوں کے بارے میں سمجھا کر ان کی مدد کی جانی چاہیے۔

### کچھ اہم باتیں:

1 خون کی جانچ کرواکے یہ پتہ لگائیں کہ ہم Sufferer ہیں، Carrier ہیں یا تندرست ہیں۔

2 زن وشوہر اگر دونوں ہی Sufferer یا Carrier ہے، تب بچے پیدا نہ کریں۔ حمل کی صورت میں قریبی اسپتال سے رابطہ قائم کرکے ضروری معلومات حاصل کریں۔

3 Sufferer اگر حاملہ عورت ہے تب اس کی خاص نگرانی اور ڈاکٹر کی صلاح کی ضرورت ہے۔

4 Sufferer کو آرام کی سخت ضرورت ہوتی ہے۔

5 ہری سبزیاں زیادہ استعمال کریں۔

■

**Dr.AhfazulHaque Ansari**
"PASBAN" Near Gram Panchayat Office
Teachers' Colony, New Yerkheda
Kamptee- 441001
Dist.: Nagpur (Maharashtra)
Mob.: 9890617355

# ہم شکل (مماثل) الفاظ

| | | | |
|---|---|---|---|
| اَحکام | حکم کی جمع | اِحکام | مضبوط کرنا |
| آشکال | شکل کی جمع | اِشکال | مشکل، دشواری |
| آقدام | قدم کی جمع | اِقدام | قدم اٹھانا |
| اَلم | دکھ، غم | عِلم | جھنڈا، پھریرا |
| بَلّا | کڑی، ڈنڈا، کشتی کا قلبہ، لکڑی کا ایک آلہ جس سے گیند کے ساتھ کھیلتے ہیں جیسے کرکٹ، ٹینس | | |
| بَلَا | تکلیف، مصیبت، آفت، قہر، دکھ، سختی، زحمت، جن، بھوت، آسیب، سایہ، ڈائن، چڑیل، حد سے زیادہ چست چالاک، مشاق، خوفناک، مہیب | | |
| بِلا | بجز، سوا، بغیر | بِلّا | بلی کا نر |
| بَن | جنگل، بیابان، صحرا، درختوں کا جھنڈ | | |
| بِن | بغیر، بجز، بدون، ابن (بیٹے) کا مخفف | | |
| بُن | جڑ بنیاد، انتہا، نچلا حصہ، سرا کی، نوک | | |
| جَل | پانی | | |
| جُل | دھوکا، فریب، مکر، چال، جھانسا | | |
| جَلّ | بزرگ، باعظمت | | |
| جَنّات | جنت کی جمع | | |
| جِنّات | جن کی جمع غلط العام کے طور پر اردو میں مروج ہے | | |
| حامی | حمایت کرنے والا، مددگار | | |
| ھامی | اقرار، ہاں کرنا | | |
| حَب | گولی، دانہ | | |
| حُب | محبت، الفت، دوستی، آشنائی | | |

| | |
|---|---|
| حَکَم | ثالث، منصف |
| حِکَم | دانائی (حکمت کی جمع) |
| حُکَم | امر، فرمائش |
| خَلَف | بیٹا |
| خَلف | پیچھے، عقب میں |
| خَلق | لوگ، مخلوق |
| خُلق | ملنساری، خوش مزاجی، عادت |
| خلقت | لوگ، مخلوق |
| خِلقت | پیدائش، آفرینش، فطرت، سرشت |
| دَل | فوج، لشکر، گروہ، موٹائی، پتا، شگوفہ |
| دِل | قلب، کسی شے کا باطن، خواہش، مرضی، حوصلہ، جرأت، سخاوت، وسط، مرکز |
| دَھن | دولت، مال، جائیداد، نصیب |
| دُھن | راگ کا انداز، لے، طرز، دھیان، خیال، شوق، سرگرمی، اشتیاق |
| رِحم | بچہ دانی، کوکھ |
| رَحم | مہربانی، کرم، ترس، بخشش |
| سَن | سال برس، جنتری کا ایک سال، ایک پودا جس کے ریشے کی بوریاں رسیاں وغیرہ بنتی ہیں |
| سِن | عمر، سال مقدار عمر |
| سُن | بے حس و حرکت، ساکن، خموش، چپ چاپ، شل |
| سَیر | چلنا پھرنا، ہوا خوری، تفریح، سفر، سیاحت |

**سِیر** لہسن، آبی پودینہ، وہ اراضی جو زمیندار خود کاشت کرے

**سِیَر** سیرت کی جمع

**سیر(س ر)** پُر، مطمئن، بھرا ہوا، بیزار، متنفر، ایک وزن جو 80 تولے کا ہوتا ہے، اس وزن کا باٹ

**صَفَر** قمری سال کا دوسرا مہینہ

**صِفر** عدد بے قیمت جو دوسرے اعداد سے دائیں جانب مل کر ان کی قیمت کو دس گنا کر دیتا ہے

**عَرض** گزارش، التماس، چوڑائی

**اَرض** زمین

**عَقد** باندھنا، نکاح **عِقد** ہار، مالا

**عَیّار** چالاک، بدمعاش **عِیار** کسوٹی

**غَیبت** عدم موجودگی، غیر حاضری

**غِیبَت** پیٹھ پیچھے کسی کی برائی کرنا، کسی کی عدم موجودگی میں اس کی برائی کرنا

**مُتَرجِم** ترجمہ کرنے والا

**مُتَرجَم** ترجمہ کیا ہوا

**مُتَّفِق** اتفاق کرنے والا

**مُتَّفَق** اتفاق کیا ہوا (متفقہ تانیث)

**مَثَل** کہاوت، مثال

**مِثل** نمونہ، بدل

**مُخَاطَب** جس سے خطاب کیا گیا

**مُخَاطِب** خطاب کرنے والا

**مِہر** محبت، دوستی، الفت، پیار، شفقت، ہمدردی، رحم، آفتاب (سورج)

**مَہر** روپیہ یا جنس جو مسلمانوں کے نکاح کے وقت مرد کے ذمے عورت کو دینا مقرر کیا جاتا ہے۔

**مَینَا** ایک پرندہ

**مِینا** بلوری صراحی، شراب کی بوتل، نیلا پتھر، نیلا رنگ

**نَفَس** سانس، دم، گھڑی، ساعت

**نَفس** ذات، روح، جی، من، وجود، ہستی، حقیقت اصل شے خواہش نفسانی

**اَحیا** حی کی جمع، زندہ لوگ، قبیلے، خانوادے

**اِحیا** زندہ کرنا

**خَفَا** ناراض

**خِفا** پوشیدگی، پردہ داری

**عَالَم** دنیا، زمانہ، مخلوق، حالت، صورت، ڈھنگ، چال

**عَالِم** بہت پڑھا لکھا، علم والا مولوی، دانا

**صِرف** تنہا، اکیلا، فقط

**صَرف** خرچ کرنا، پھیرنا، وہ علم جس سے کلموں کی شناخت اور ادل بدل معلوم ہو

**شَق** چاک، پھٹا ہوا، دراڑ پڑا ہوا، دو ٹکڑے، دولخت

**شِق** کسی حساب یا فہرست یا فرد یا قانون کی مد، ٹکڑا، نصف حصہ، جزو

**بُراق** شب معراج کی سواری

**بُرّاق** چمکدار، نہایت سفید

**جُوار** غلہ، مکئی **جَوار** ہمسایہ

**حَمّام** غسل خانہ **حَمام** فاختہ

**کَسر** ٹوٹ پھوٹ، ٹکرا، حصہ

**کَسَر** کمی، نقص

**مَحرَم** وہ قریبی رشتے دار جس کے ساتھ نکاح جائز نہ ہو

**مُحرِم** حج کے لیے احرام باندھنے والا

■

’اصلاح تلفظ و املا‘ اور ’آئینۂ تلفظ‘ سے ماخوذ

فرحانہ علیم

# میں اور ایک ہرن کی کہانی

یہ ان دنوں کی بات ہے جب میں دسویں کلاس کا طالب علم تھا۔ ہمارے بورڈ کے امتحانات ہو چکے تھے۔ میں اور میرے بھائی بہن سوچ رہے تھے کہ چھٹیاں کہاں گزاری جائیں۔ میرے چھوٹے بھائی نے نانی کے گھر جانے کی ضد کی۔ نانی کا گھر ایک چھوٹے سے گاؤں میں تھا۔ وہ گاؤں بہت ہی خوبصورت تھا اور قدرتی دولت سے مالا مال تھا۔ نانی کے گاؤں کے لیے ہم سب بھائی بہن نے تیاری کرلی۔ پھر یہ بات امّی ابّو کو بتائی گئی۔ امّی ابّو بھی تیار ہوگئے۔ پھر کیا تھا ہم سبھی کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہ رہا۔ سب بڑے ہی جوش وخروش سے جانے کی تیاری کرنے لگے۔ امّی ابّو نے نانی کے گھر ہمارے آنے کی اطلاع پہلے ہی دے دی تھی۔ جب ہم نانی کے گھر گئے تو نانی جان بھی بہت خوش ہوئیں اور نہایت ہی محبت سے ہمارا خیر مقدم کیا۔

ہم سب ہنسی خوشی نانی کے گھر رہنے لگے۔ رہتے رہتے ایک ہفتہ گزر گیا۔ گاؤں کے قریب ایک بہت ہی خوبصورت اور گھنا جنگل تھا۔ لوگ جنگل کے قریب سے تو گزرتے تھے لیکن اس کے اندر جانے کی کوئی ہمت نہیں کرتا تھا۔ وجہ یہ تھی کہ جنگل میں کئی طرح کے جنگلی جانور موجود تھے اور کبھی کبھی جنگل سے نکل کر گاؤں میں بھی آ جاتے تھے۔ اسی لیے لوگ جنگل کے زیادہ اندر نہیں جاتے تھے۔ ایک مرتبہ میں دوپہر کے وقت کھانا کھانے کے بعد ٹہلنے نکل گیا۔ ٹہلتے ٹہلتے جنگل کے قریب چلا گیا۔ اس دن موسم بہت اچھا تھا۔ ٹھنڈی ٹھنڈی ہوائیں چل رہی تھیں۔ مجھے وقت کا احساس ہی نہیں ہوا کہ کتنا وقت گزر چکا ہے۔ میں چلتے چلتے جنگل کے اندر چلا گیا۔ اچانک مجھے احساس ہوا کہ وقت بہت ہو چکا ہے کیوں کہ شام کے سائے گہرے ہو گئے تھے۔

میں واپس اپنی نانی کے گھر جانے کے لیے مڑا تو دیکھا کہ میں راستہ بھٹک چکا تھا۔ میں بہت ہی گھبرا گیا۔ لاکھ کوشش کے باوجود مجھے راستہ سمجھ میں نہیں آ رہا تھا۔ میں مسلسل کوشش کرتا رہا لیکن مجھے احساس ہوا کہ میں اور زیادہ جنگل کے اندر چلا گیا ہوں۔ شام کے سائے گہرے ہو کر رات میں تبدیل ہو رہے تھے۔ آسمان پر تاروں کی چمک نمودار ہو رہی تھی۔ مجھے کسی جانور کی آواز بھی سنائی دی۔ میں بہت خوف زدہ ہو گیا۔ اور دل ہی دل میں اللہ سے دعا مانگنے لگا کہ مجھ پر آئی ہوئی یہ مشکل دور ہو جائے۔

اچانک مجھے جھاڑیوں میں دو چمکدار آنکھیں نظر آئیں۔ دل دھک سے رہ گیا۔ میں بری طرح ڈر رہا تھا لیکن میں

سوچنے لگا کہ اس مصیبت کے وقت میں مجھے ہمت سے کام لینا ہوگا۔ اس طرح میں نے اپنے آپ کا حوصلہ بڑھایا اور تھوڑا قریب جا کر دیکھا تو ایک ہرن جھاڑیوں میں پھنسا ہوا تھا۔ وہ نکلنے کی کوشش کر رہا تھا لیکن نکل نہیں پا رہا تھا۔

میں اس کے قریب گیا۔ پہلے تو وہ ہرن مجھ سے کچھ ڈرا۔ شاید وہ سوچ رہا ہوگا کہ میں اسے کوئی نقصان پہنچاؤں گا۔ ہرن کے سامنے کے دونوں پیر پیچ دار جڑوں کی طرح دکھائی دینے والی جھاڑیوں میں بری طرح پھنسے ہوئے تھے۔ میں نے پڑھا تھا کہ ہرن جھنڈ میں رہتے ہیں۔ شاید یہاں پھنس جانے کی وجہ سے یہ ہرن اپنے جھنڈ سے الگ ہو گیا تھا۔ میں اس کے پیروں کے پاس بیٹھ گیا اور اس کے پیروں کو ان پیچ دار جھاڑیوں میں سے نکالنے کی کوشش کرنے لگا۔ پہلے جو ہرن مجھ سے ڈر رہا تھا اب اسے تھوڑا اطمینان ہوا۔ اب وہ اپنے پھنسے ہوئے پیروں کو جھاڑیوں میں سے نکالنے میں میرا ساتھ دینے لگا۔

تھوڑی دیر کی محنت اور کوشش کے بعد ہرن کا پیر پوری طرح پیچ دار جھاڑیوں کے چنگل سے آزاد ہو گیا۔ جھاڑیوں میں سے نکلتے ہی ہرن خوشی سے اچھل پڑا اور میرے آگے پیچھے گھومنے لگا، مانو وہ میرا شکریہ ادا کر رہا ہو۔ ہرن کی مشکل دور ہوئی تو مجھے بھی ایک عجیب سی خوشی کا احساس ہوا، اور میں ہرن کو پیار سے چمکارنے لگا۔ اس کی گردن کے چھوٹے چھوٹے نرم و ملائم بالوں کو سہلانے لگا۔ اس عجیب سی خوشی میں گم ہو کر میں تھوڑی دیر کے لیے اپنی مشکلات کو بھول بیٹھا۔

لیکن کچھ لمحے بعد ہی مجھے پھر گھر کی یاد آئی اور جنگلی جانوروں کا ڈر ستانے لگا۔ میں دل ہی دل میں اللہ سے دعا کرنے لگا کہ اے اللہ جس طرح تو نے ہرن کی مشکلات کو میرے ذریعے دور کر دیا ہے اسی طرح میری مدد کے لیے کسی کو بھیج دے اور مجھ پر آئی ہوئی آفت کو بھی دور کر دے۔ میں اسی سوچ میں ایک پتھر پر بیٹھ گیا اور من ہی من سوچنے لگا کہ میں کیسے اس جنگل سے نکلوں گا؟

اِدھر ہرن کچھ عجیب و غریب حرکتیں کرنے لگا۔ وہ ایک سمت میں اپنی گردن سے اشارہ کر کے آگے بڑھ رہا تھا۔ میں اپنی جگہ سے اُٹھ کھڑا ہوا اور دھیرے دھیرے ہرن کے پیچھے پیچھے چلنے لگا۔ کافی دور تک چلنے کے بعد اچانک مجھے کہیں دور روشنی نظر آئی۔ میں خوشی سے پھولے نہ سمایا۔ میں سمجھ گیا کہ ہرن مجھے راستہ بتا رہا ہے۔ تھوڑا قریب پہنچنے پر میں نے دیکھا کہ وہ رات کے وقت بجلی کے کھمبوں اور گھروں سے پھوٹنے والی روشنی تھی۔ میں نے اللہ کا شکریہ ادا کیا کہ اس نے میری دعا قبول کر لی اور میری مدد کے لیے ہرن کو منتخب کیا۔

میں تشکر بھری نگاہوں سے ہرن کی طرف دیکھنے لگا۔ وہ میرے قریب آیا اور میں اس کی گردن کے نرم و ملائم بالوں کو سہلانے لگا۔ اس کے بعد وہ چوکڑیاں بھرتے ہوئے جنگل میں چلا گیا۔ وہ جب تک میری آنکھوں سے اوجھل نہیں ہوا میں اسے دیکھتا رہا۔ میں نانی کے گھر واپس آ گیا جہاں سب لوگ مجھے ڈھونڈ ڈھونڈ کر تھک چکے تھے۔ مجھے دیکھ کر سبھی کے چہروں پر خوشی اچھل کود کرنے لگی۔ امّی اور نانی جان نے مجھے اپنے گلے لگا لیا۔ وہ مجھے خوب پیار کرنے لگیں اور ابّو جان میرے بالوں کو اس طرح سہلانے لگے جس طرح میں جنگل میں ہرن کی گردن کے بالوں کو سہلا رہا تھا۔

■

**Farhana Alim**
C/O Mohd Alim Ismail
(Asst. Teacher)
Ward No 15 Behind Police Station
Nandura- 443404 (Maharashtra)
Mob.: 8275047415

عافیہ سیفی

# گرمی کی آمد

سردی جانے والی ہے
گرمی آنے والی ہے
موٹی رضائی کمبل گدے
صدری مفلر ماں نے رکھے
جرسی جیکٹ سارے رکھیں گے
کولر پنکھے اے سی چلیں گے
سورج پھر سے زور بھرے گا
جو کرنا، ہر طور کرے گا
گرمی میں مت گھر سے نکلنا
بہتر ہے بس لؤ سے بچنا
قلفی کھا کر جی بہلانا
ٹھنڈے شربت گھر بنوانا
صاف صفائی رکھنا اپنی
پھر نہ لگے گی تم کو گرمی

■

**Aafiyah Saifi**
E-12/51B, 1st Floor, Hauz Rani
Malviya Nagar
New Delhi- 110017
Mob.: 7838038973

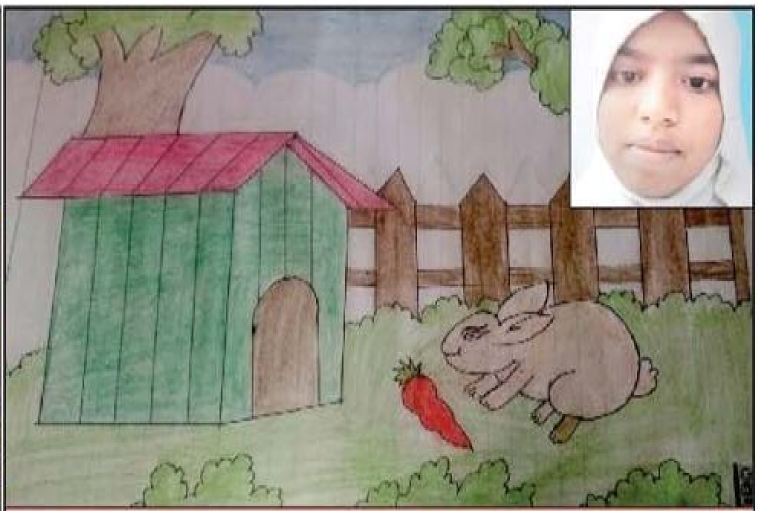

تمنا کوثر شیخ آیسف، درجہ دہم، گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

صبا ناز بلال احمد، درجہ دہم، گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول
حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

رمیعہ مثین محمد علیم، درجہ ہشتم، نگر پریشد اردو اسکول ناندورہ، بلڈانہ، مہاراشٹر

جویریہ بی شیخ بشیر، درجہ ہشتم، ضلع پریشد اردو اسکول ہرتالہ، تعلقہ مکتائی نگر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

عائشہ بی شیخ امین، ضلع پریشد اردو اسکول ہرتالہ، تعلقہ مکتائی نگر، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

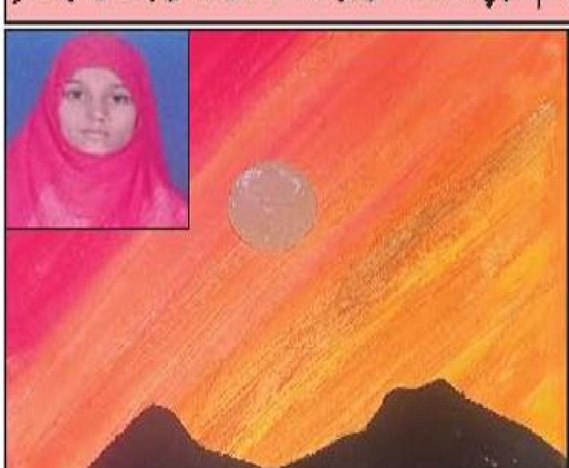

حمیرا عارف یاغوان، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو گرلز اسکول نمبر 1
عادل آباد، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

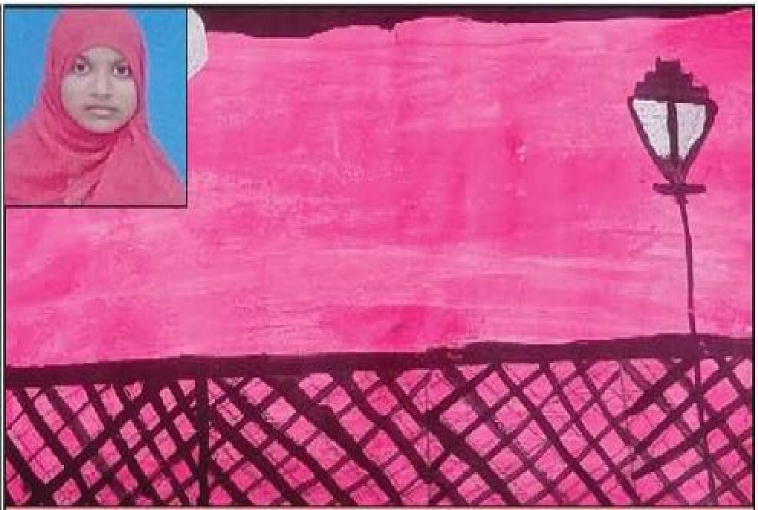

عرشین بی شیخ امام، درجہ ہفتم، ضلع پریشد اردو گرلز اسکول نمبر 1، عادل آباد، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

شفا عظیم خان، درجہ ششم، اسکول السنار پرائمری اینڈ ہائی اسکول چکھلی، پونہ، مہاراشٹر

نبیلہ بی شکیل خان، درجہ ہفتم، ضلع پریشد گرلز اسکول نمبر 1
عادل آباد، ضلع جلگاؤں، مہاراشٹر

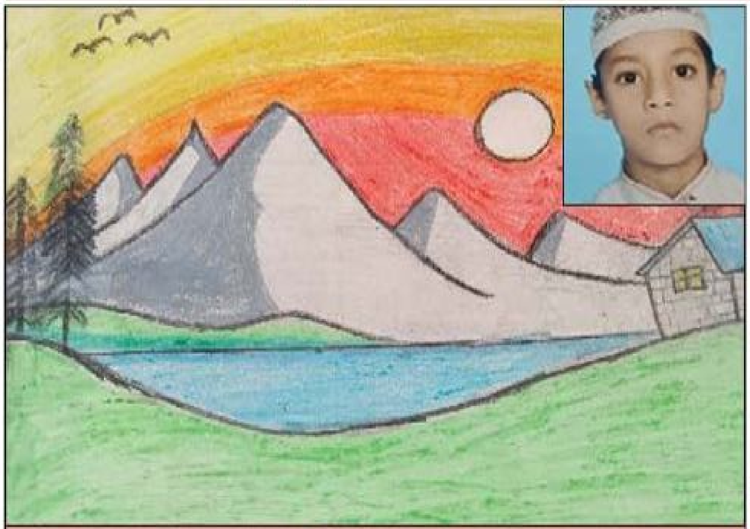

سیف اللہ خان، درجہ ہفتم، ودیانی کیتن انگلش اسکول، مہاراشٹر

سفیان شیخ، درجہ پنجم، منڈی اردو پرائمری اسکول، نمبر 1، برہانپور، مدھیہ پردیش

ظہیر اللہ خان ذکیر اللہ خان، درجہ ہشتم، ودیانی کیتن انگلش اسکول، مہاراشٹر

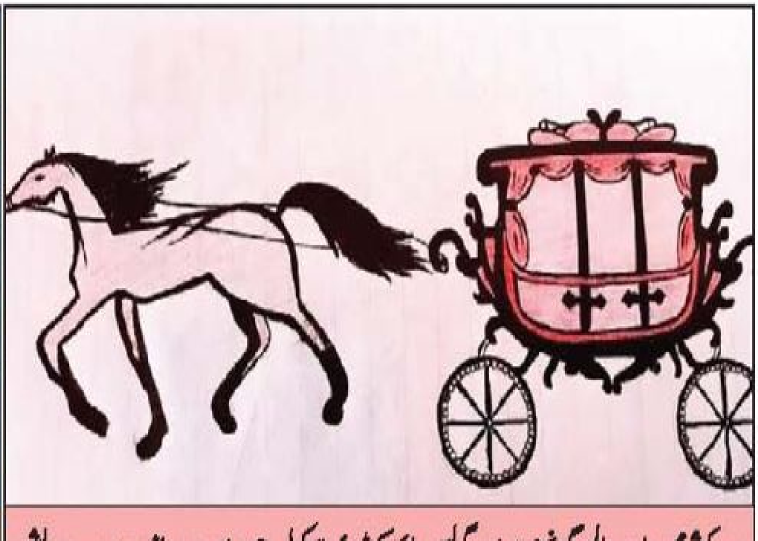

ربیعہ کوثر محمد ساجد عالم، گورنمنٹ اردو گرلس ہائر سیکنڈری اسکول، حریر پورہ، برہانپور، مدھیہ پردیش

شاہی عالم، درجہ دوم، دارالہدیٰ اکیڈمی، بھیم پور، بربھم ضلع، مغربی بنگال

مشیرہ رحمت محمد رحمت علی، سن رائز ہائی اسکول، مرادنگر، حیدرآباد، تلنگانہ

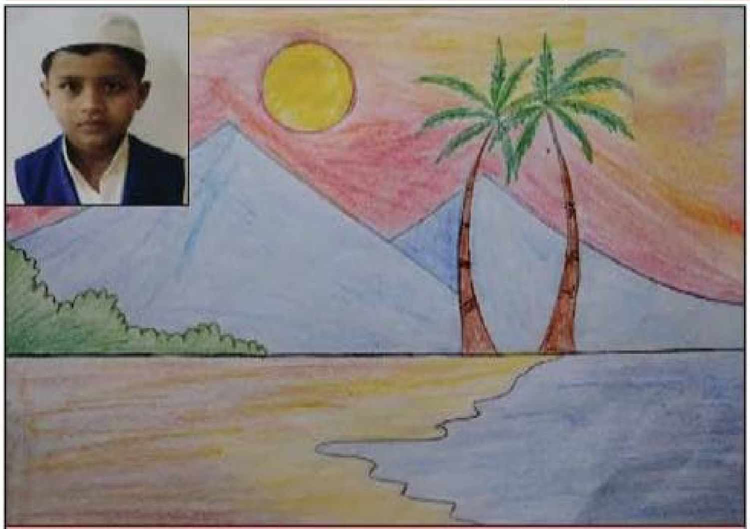

عون محمد، درجہ اول، ماؤنٹ سینا اکیڈمی، گورکھپور، یوپی

حذیفہ فیروز بن فیروز احمد، ریان انٹرنیشنل اسکول، نئی دہلی

فائزہ نور شیخ لقمان، زیڈ پی اردو مڈل اسکول، قریش نگر، امداپور

# قلمکاروں سے چند باتیں

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' ایک مقبول رسالہ ہے جس میں بچوں کے ذہن اور نفسیات کو نظر میں رکھتے ہوئے معلوماتی مضامین، دلچسپ کہانیاں، پیاری پیاری نظمیں اور دیگر مفید تحریریں شائع کی جاتی ہیں۔ اس رسالے میں کوشش کی جاتی ہے کہ پورے ہندوستان کی نمائندگی ہو مگر بسیار کوشش کے باوجود بہت سے علاقوں کی متناسب نمائندگی نہیں ہو پاتی ہے۔ ایسے علاقوں کے ادیبوں کی جستجو ہماری ترجیحی فہرست میں شامل ہے۔

- رسالے میں بچوں کے ادیبوں کے تعارف اور تصویر کا سلسلہ بھی شروع کیا گیا ہے تاکہ بچوں کے ادیبوں کی ڈائرکٹری ترتیب دینے والوں کو مدد مل سکے۔
- معلومات عامہ، صحت، زبان شناسی، تاریخ، تہذیب، سائنس و ٹیکنالوجی، جغرافیہ، آثار قدیمہ اور اہم شخصیات سے متعلق تخلیقات ترجیحی طور پر شائع کی جائیں گی۔
- 'مستقبل کے قلمکار' عنوان کے تحت بچوں کی تحریروں کو خاص طور پر شائع کیا جائے گا۔
- بچوں کے ادیبوں کے انٹرویوز اور رسائل کے مدیران پر ایک سیریز شروع کی جائے گی۔

**قلمکاروں سے گذارش ہے کہ بچوں کی دنیا کے لیے تحریریں بھیجتے وقت درج ذیل امور کا خاص خیال رکھیں:**

- بچوں کے لیے صرف وہی تخلیق ارسال کریں جس سے ان کی معلومات اور آگہی میں اضافہ ہو، خاص طور پر وہ تحریریں جو بچوں میں مطالعے کی تحریک اور ترغیب پیدا کریں۔
- تخلیق کی زبان آسان ہو، مشکل الفاظ سے گریز کریں تو بہتر ہوگا۔
- تخلیق غیر مطبوعہ ہو۔ کسی اخبار/ مجلّے میں ارسال نہ کی گئی ہو۔
- مضمون ان پیج پروگرام میں ہو اور 1200 (بارہ سو) الفاظ سے کم اور 2000 الفاظ سے زیادہ نہ ہو۔
- مضمون کے ساتھ اپنا تعارف مع تصویر ارسال فرمائیں۔ تعارف میں بچوں کے لیے لکھی گئی کتابوں اور مضامین کا اندراج ضرور فرمائیں۔
- مضمون میں اعداد و شمار رومن میں لکھیں۔
- مضمون ادارے کے مزاج، معیار اور پالیسی کے منافی نہ ہو۔
- تخلیق کی اشاعت کے درمیان کم سے کم تین (3) ماہ کا فاصلہ لازمی ہے۔ اس سے کم مدت میں تخلیق کی اشاعت کے لیے اصرار نہ فرمائیں۔
- کسی دوسری زبان کا ترجمہ اصل متن کے ساتھ ارسال کریں اور مصنف کا اجازت نامہ بھی منسلک کریں۔
- مضمون میں پہلے یا آخری صفحے پر مضمون نگار کا نام، مکمل پتہ مع پن کوڈ (انگلش میں) اور موبائل نمبر ضروری ہے۔

مضمون کی حتمی منظوری ایڈیٹوریل ریویو کے بعد ہی دی جائے گی۔

قلمکار حضرات اخلاقی ضوابط Ethical guidelines کا پورا خیال رکھیں۔

ماہنامہ 'بچوں کی دنیا' کو زیادہ مفید مطلب بنانے کے لیے آپ سب کے مشوروں اور تعاون کی ضرورت ہے۔

—ادارہ

बच्चों की दुनिया मासिक, मई 2023, वर्ष 11, अंक 05
BACHON KI DUNIYA Monthly, May 2023 Vol. 11, Issue: 05
National Council for Promotion of Urdu Language
Ministry of Education, Department of Higher Education, Government of India

RNI NO. DELURD/2013/50375
DL(S) - 01/3439/2022-24
ISSN 2350-1286
Date of Publication : 11/04/2023
Date of Dispatch: 12 and 13 of advance Month
Total Pages: 64

سوچھ بھارت

ایک قدم صفائی کی جانب

## بچوں کے لیے قومی اردو کونسل کی چند دل چسپ کتابیں

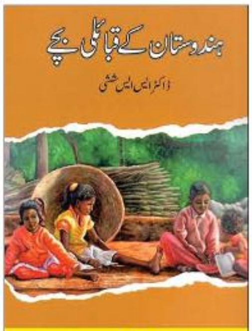

صفحات: 57، قیمت: 20 روپے

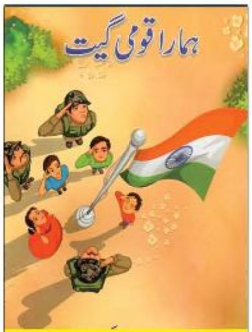

صفحات: 58، قیمت: 20 روپے

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

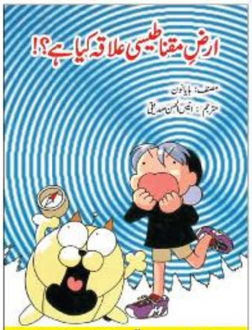

صفحات: 20، قیمت: 20 روپے

صفحات: 08، قیمت: 15 روپے

صفحات: 43، قیمت: 15 روپے

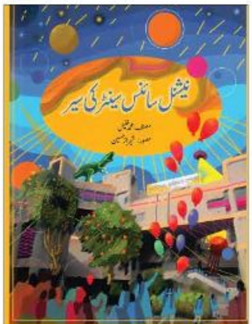

صفحات: 12، قیمت: 15 روپے

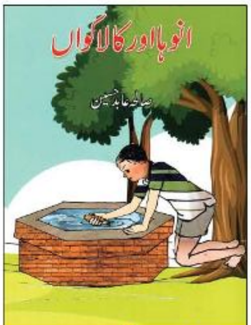

صفحات: 26، قیمت: 15 روپے

خریداری کے لیے رابطہ کریں:

شعبۂ فروخت: قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان، ویسٹ بلاک 8، وِنگ 7، آر کے پورم، نئی دہلی–110066

فون: 011-26109746، فیکس: 011-26108159، E-mail.: sales@ncpul.in

Printed and Published by Dr. Aquil Ahmad, Director NCPUL, on behalf of National Council for Promotion of Urdu Language, and printed at S. Narayan and sons, B-88 Okhla Indl. Area Phase II, New Delhi - 110020
And Published at Farogh-E-Urdu Bhawan, FC-33/9, Institutional Area, Jasola, New Delhi -110025.
LPC DELHI,DELHI PSO,DELHI RMS,DELHI-6